تین طلاق

کہہ دینے یا لکھ دینے سے طلاق نہیں ہوتی۔ اپنے گھروں کو اُجڑنے اور تباہ ہونے سے محفوظ رکھنے کے لئے قرآن کی رہنمائی اختیار کیجئے کیونکہ ''جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو یہی وہ لوگ ہیں جو کافر ہیں'' (آیت 5:44)۔ ''اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جو (احکام وقوانین) اللہ نے آپ پر نازل کیے ہیں ان کے درمیان اُن کے مطابق فیصلہ کریں'' (5:48)۔

نکاح طلاق حلالہ قرآن کی روشنی میں

کرنل عمر شبیر

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

(مترجم قرآن بالتحقیق)

ادارہ قرآن بالتحقیق

صادق پلازہ، 32- تھرڈ فلور، ریگل چوک، مال روڈ، لاہور

نکاح طلاق حلالہ قرآن کی روشنی میں // کرنل عمر شبیر

تعارف مصنف

کرنل عمر شبیر کا تعلق پاکستان سے ہے، اُنہوں نے قانون کی ڈگری کے علاوہ اکنامکس، انگریزی ادب، ایجوکیشن ایڈمنسٹریشن، Defence of Strategic Studies میں ماسٹر ڈگریاں حاصل کیں۔ اُنہوں نے 1409 صفحات پر مشتمل طویل تحقیق پر مبنی قرآن کا ترجمہ کیا جس کا نام قرآن بالتحقیق ہے اور یہ ترجمہ براہِ راست زندگی کے ہر سوال و معاملے کا جواب پیش کرتا ہے۔ عمر شبیر نے دو اُردو ناول ''منزل'' اور ''گرج'' کے نام سے لکھے جو پڑھنے والے کی موثر تربیت گاہ ثابت ہو رہے ہیں۔ یہ کتاب ''نکاح، طلاق، حلالہ'' عمر شبیر کی قرآن سے اخذ شدہ بہترین تحقیق ہے جسے پڑھنے سے لاکھوں گھر طلاق کے قرآن سے باہر کے بے رحم نظریات کی بھینٹ چڑھنے سے محفوظ ہو رہے ہیں۔ عمر شبیر بالکل ہی کسی فرقے پر یقین نہیں رکھتے اِسی وجہ سے ہر سوچنے والا بے خوف ذہن اُن کی تحریروں سے محبت کرتا ہے۔

ادارہ قرآن بالتحقیق

صادق پلازہ، 32- تھرڈ فلور، ریگل چوک، مال روڈ، لاہور۔

0345-2788559 - 0300-9878556

0334-6017530 - 0321-465936 3

تین طلاق کہہ دینے یا لکھ دینے سے طلاق نہیں ہوتی۔ اپنے گھروں کو اُجڑنے اور تباہ ہونے سے محفوظ رکھنے کے لئے قرآن کی رہنمائی اختیار کیجئے کیونکہ ''جو اِس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو یہی وہ لوگ ہیں جو کافر ہیں'' (آیت 5:44)۔ ''اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جو (احکام وقوانین) اللہ نے آپ پر نازل کیے ہیں اِن کے درمیان اُن کے مطابق فیصلہ کریں'' (5:48)۔

نکاح طلاق حلالہ
قرآن کی روشنی میں

کرنل عمر شبیر
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)
(مترجم قرآن بالتحقیق)

صادق پلازہ، 32- تھرڈ فلور، ریگل چوک، مال روڈ، لاہور

نام کتاب: نکاح طلاق حلالہ قرآن کی روشنی میں

مصنف: کرنل ر عمر شبیر

رابطہ: 0423-6501807, 0300-9878556

ناشر: ادارہ قرآن بالتحقیق

کمپوزنگ/ڈیزائننگ: محمد نوید(colorchoice2008@yahoo.com)

ایڈیشن اول: 2013ء

قیمت: 150روپے

مزید معلومات کے لئے اور کتاب منگوانے کے لئے رابطہ

0345-2788559, 0334-6017530
0333-9192754, 0321-4659363

انڈیکس

اپیل اہلِ مدرسہ سے

اسلامی مدرسوں کے معزز ومحترم علماء اکرام سے میری اپیل ہے کہ وہ اپنے باشعور طلباء وطالبات کو ہرعقیدے، ہرمسلک ہرفرقے، ہرمکتبِ فکر اور ہر مذہب کی تحریریں پڑھنے دیں۔ اُنہیں ہرطرح کے نظریات کا بھی مطالعہ کرنے دیں اور اُنہیں دین والوں کا بھی مطالعہ کرنے دیں اور پھر یہ اُن پر چھوڑ دیں کہ وہ سچائیوں اور غیر سچائیوں میں سے کون سا راستہ اختیار کرتے ہیں کیونکہ آیت 18:29 میں ایسا ہی حکم دیا گیا ہے اور اب اس سچ کو تسلیم کرلیا جائے کہ نئی نسل کے افراد مذاہب، عقیدوں، فرقوں ومسلکوں کے بارے میں تلخ سوالات کرتے ہیں جن کے لئے وہ براہِ راست اور شفاف جوابات کا تقاضا کرتے ہیں اور اُن کا دعویٰ ہے کہ وہ دانش کے اُس مقام پر پہنچ چکے ہیں کہ جہاں اگر ساری دُنیا کے سارے مسلمان علماء متحد ہوکر بھی کسی بات پر فتویٰ جاری کردیں تو جب تک اُن کا دل اور دماغ نہ مانیں تو اُن کے سوچنے پرکھنے والے ذہن اُسے بھی رَد کردیں گے اور اُن علماء سے براہِ راست قرآن کی آیات سے یہ کہتے ہوئے اتھارٹی مانگیں گے کہ آیت 39:23 کے مطابق صرف قرآن ہی احسن الحدیث ہے اور آیت 25:23 کے مطابق قرآن ہی احسن التفسیر ہے کیونکہ اب اُن کی نگاہ میں کوئی امام، کوئی محدث، کوئی مفکر، کوئی مفسر قابل تقلید نہیں ہے۔

اِس لحاظ سے علماء اکرام، اہل دانش واہل بصیرت کے لئے یہ ایک بہت بڑی کڑی

آزمائش ہے جس کا مقابلہ فرقہ بازی ختم کر کے اور خالص مسلمان بن کر تحقیق در تحقیق کا راستہ اختیار کر کے کیا جا سکتا ہے۔

اور اسلامی مدرسوں کے معزز طلباء وطالبات خود بھی کوشش کر کے عقیدوں' مسلکوں اور فرقوں کی غلامی کے عذاب سے نجات حاصل کر لیں اور اپنے ذہنوں کو آزاد' ہلکا اور بے خوف ہونے دیں اور یہ اُسی وقت ممکن ہے جب وہ اپنے فکر کی بنیاد کسی بھی تاریخ کے بے رحم جھوٹ پر رکھنے کی بجائے قرآن کی نورانی سچائیوں پر رکھیں گے کیونکہ قرآن کی آیت 2:134 یہ اعلان کر رہی ہے کہ:

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۖ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ ۖ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ (آیت 2:134)

''یہ تھی ایک امت جو گزر چکی مگر جو کچھ انہوں نے کیا اس کے نتائج اس کے حصے میں آئے اور جو کچھ تم کرو گے اس کے نتائج تمہیں ملیں گے۔ اور تم سے (تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا) یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ ان کے (یعنی تمہارے باپ دادا کے) اعمال کس قسم کے تھے (یعنی اعمال کے نتائج اپنے اپنے ہوتے ہیں اس میں وراثت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا)''۔

اور آیت 3:105 یہ تنبیہہ کر رہی ہے کہ:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (آیت 3:105)

''اور (یاد رکھو) کہ تم کہیں ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو واضح

اصول وقوانین نازل ہو جانے کے باوجود فرقوں میں بٹ گئے اور
(آپس میں) اختلافات کرنے لگ گئے۔اور انہی لوگوں کے لئے
انتہائی بڑا عذاب ہے"۔

شکریہ
عمر شبیر

دیباچہ
مگر
پہلے اِسے ضرور پڑھیں

معزز و محترم اے اہلِ ایمان!

قرآن کے مطابق نکاح مرد و عورت کا ذاتی و نجی معاملہ نہیں بلکہ یہ معاشرتی معاملہ ہے اِسی طرح طلاق مرد و عورت کا ذاتی و نجی معاملہ نہیں اِسی لئے طلاق کا اختیار قرآن کے مطابق نہ مرد کے پاس ہے اور نہ عورت کے پاس ہے بلکہ یہ اختیار صرف مجاز عدالت کے پاس ہے اور اِن سے متعلق آیات اور تفاصیل اگلے ابواب میں دے دی گئیں ہیں مگر سارے قرآن میں کوئی ایسی آیت نہیں جو یہ حکم دے رہی ہو کہ ایک ساتھ تین دفعہ طلاق کہہ دینے سے، لکھ دینے سے یا اِظہار کر دینے سے طلاق ہو جاتی ہے اور سارے قرآن میں کوئی ایسی آیت نہیں جو یہ حکم دے رہی ہو کہ عورت و مرد کے درمیان نکاح اُن کی آزادو بے خوف مرضی کے بغیر کر دیا جائے تو وہ نکاح ہوتا ہے اور سارے قرآن میں کوئی ایسی آیت نہیں جو یہ حکم دے رہی ہو کہ طلاق دینے کے مقصد کے لئے عورت کے ساتھ عارضی نکاح کر کے طلاق دے دی جائے تو وہ حلالہ ہے۔ لہٰذا، نکاح، طلاق، حلالہ کے بارے میں جو قرآن میں احکام دے دیئے گئے ہیں وہ اللہ کی جانب سے آخری ہیں۔ اُن کو کم کرنے یا زیادہ کرنے یا بدل دینے کی اجازت

اللہ نے کبھی بھی کسی کو بھی نہیں دی کیونکہ قرآن نے نوعِ انسان کو یہ انتہائی تنبیہہ کر دی ہے کہ:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ (آیات 69:44)

''اور (یاد رکھو کہ اس نازل کردہ وحی میں انسانی خیالات اور انسانی مرضی و پسند کی ذرہ بھر آمیزش نہیں ہے) کیونکہ اگر (یہ رسولؐ) اپنی طرف سے کوئی بات بنا کر اسے ہماری طرف منسوب کر دیتا''۔

لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ (آیات 69:45)

''تو بلاشبہ ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے''۔

ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ (آیات 69:46)

''اور پھر ہم اس کی رگِ گردن کاٹ دیتے''۔

اِن آیات کے بعد اگر کوئی بھی اپنی بات' اپنا نظریہ' کوئی اجماع' کوئی مسلک' اپنا عقیدہ' اپنی رائے' کوئی حکایت' کوئی قیاس' کوئی روایت' کوئی بات جو اللہ نے نہیں کہی اور وہ اُسے اللہ سے منسوب کر دیتا ہے تو وہ ایک خوفناک جسارت ہے جو نظر ثانی کا تقاضا کرتی ہے چنانچہ زندگی کے نظام کی جو بھی عمارت تیار کی جائے وہ انہی قوانین و احکام کی بنیادوں پر اُٹھائی جائے جن کی آ گاہی اللہ نے قرآن میں دے رکھی ہے کیونکہ آخری نبی و آخری رسول حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس بذات خود چلتا پھرتا قرآن تھی کیونکہ وہ اِسی وحی کے مطابق تھی جو قرآن میں محفوظ ہے لہٰذا' اگر اِسی محفوظ وحی کو ہر سچائی و غیر سچائی و تواتر و اعمال کو پرکھنے کا پیمانہ تسلیم کر کے آگے بڑھا جائے تو

زندگی اندھی عقیدتوں واندھے پن سے نکل کر سچائیوں کی شفاف روشنی کو دیکھنے کے قابل ہو جائے گی اور مسلمان رائج الوقت مسخ شدہ مذہب سے نکل کر الجھنوں سے پاک، آسانیوں وخوشگواریوں سے بھرے ہوئے اللہ کے شفاف دین میں داخل ہو جائیں گے:

زندگی کے جن معاملات پر قرآن نے صاف وشفاف اٹل حکم وقانون عطا کر دیا ہو تو اُسے مسترد کرنے کے لئے کسی اجماع، قیاس یا حدیث کو پیش کر دینا ایک بڑی جسارت ہے جو نہیں ہونی چاہئے کیونکہ آیات (10:109) اور (7:3) کے مطابق اللہ کا حکم ہے کہ قرآن کی وحی کو ہی اختیار کیا جائے:

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ (آیت 7:3)

’’(چنانچہ، اعلان کر دو کہ! اے نوعِ انسان!) اطاعت کے لئے اس (ضابطۂ حیات کو) اپنا لو جسے تمہارے نشو ونما دینے والے نے تمہاری جانب نازل کیا ہے۔ لہٰذا، سوائے اُس کے ایسے سرپرستوں (یا دوستوں) کی پیروی اختیار نہ کرو (جو شیطان کے دوست ہوں یا شرک کا باعث بنتے ہوں۔ لیکن اے نوعِ انسان) تم بہت ہی کم سبق آموز آگاہی قبول کرتے ہو‘‘۔

وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ (آیت 10:109)

’’اور (اے رسولؐ) تم اسی کی پیروی کرو جو تمہاری طرف وحی کی

جاتی ہے اور ثابت قدمی سے ڈٹے رہو حتیٰ کہ اللہ کا فیصلہ آ جائے
کیونکہ وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے"۔

چنانچہ یہ ممکن نہیں کہ صحابہ اکرام میں سے کسی صحابی نے یا ائمہ اکرام میں سے کسی امام نے یا محدثین اکرام میں سے کسی نے اللہ کے حکم کے برعکس اپنا نظریہ' فتویٰ یا فقہ دیا ہو۔ اگر کسی کتاب میں یا تاریخ میں ان میں سے کسی کے حوالے سے قرآن کے احکام کے خلاف فقہ یا نظریات یا آراء بتلائی جاتی ہیں تو وہ مسخ شدہ تاریخ کا حصہ ہیں جن کا اُن اکابرین سے قطعئ طور پر کوئی تعلق نہیں ہوسکتا۔

نکاح طلاق حلالہ کے بارے میں بھی قرآن نے واضع ترین احکام اور اٹل قوانین سے آگاہ کر دیا ہے چنانچہ اہل ایمان پر بھی لازم ہے کہ وہ ان معاملات کے فیصلے بھی صرف قرآن کی آیات یعنی قرآن کے اٹل احکام وقوانین کے مطابق کریں اور اِن کے خلاف پیش کی جانے والی ہر جسارت کو رَد کر دیں۔

لیکن اِس کے باوجود' معزز اہل ایمان!

نئی نسل کے افراد پوچھتے ہیں کہ آخر بیشتر مسلمانوں نے نکاح' طلاق وحلالہ جیسے زندگی اور رشتوں کے بنیادی معاملات میں ایسے نظریات کو کیوں اختیار کرلیا جنہیں قرآن کی قبولیت حاصل ہی نہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اِس سلسلے میں کئی ایسی رسموں اور رواجوں نے مسلمانوں کو اس طرح اپنی گرفت میں لے لیا کہ جن کی بنیاد پر گھروں کے گھر اور خاندانوں کے خاندان اُجڑ کر رہ گئے اور ایسے لوگ جن کی قرآن کے الفاظ' آیات' سیاق وسباق پر قطعئ طور پر کوئی تحقیق تھی ہی نہیں اُنہوں نے حکایات وروایات کے زور پر لکھی جانے والی تاریخ اور کتابوں کے حوالے دے دے کر ایسے ایسے فتوے جاری کیے جس سے عورت نحوست اور ذلت کا مجسمہ بن کر رہ گئی اور اگر اُس کے بچے

تھے تو وہ بلکتے اور رُلتے رہ گئے اور جو عدالتیں تھیں اور عدالتوں کے جج تھے اُنہوں نے ایسے بیشتر مقدمات کو سالوں سال طویل کر کے انصاف کو مذاق بنا دیا۔ اور حکمران بھی عورت کی ذلت کے اس منظر کو تماشے کے طور پر دیکھ کر لطف اُٹھاتے رہے اور وہ کاروکاری ہوتی رہی یا اُس کا نکاح قرآن سے ہوتا رہا یا وہ ونی ہوتی رہی مگر اُن لوگوں کے خلاف کوئی قانون اور کوئی فتویٰ حرکت میں نہ آیا جنہوں نے نکاح طلاق حلالہ کے بارے میں اللہ کے احکام سے بغاوت کر کے اپنے نظریات کی بناء پر گھروں کے گھر اُجاڑ دیئے اور ہنستے بستے خاندانوں کو غم کدہ بنا کے رکھ دیا!

اور جو قرآن کی آ گاہی پر تحقیق در تحقیق کا پرچار کرنے والے تھے اُن کا راستہ روکنے کے لئے تحقیق سے نفرت کرنے والے شدت سے یہ دلیل آگے بڑھاتے رہے کہ سارے قرآن میں ایسی کوئی آیت نہیں جو پانچ نمازوں اور رکعتوں اور سجدوں کا باقاعدہ حکم دیتی ہو اِس کے باوجود وہ فرض ہیں اور صرف حدیث سے ہی اُن کی آ گاہی ملتی ہے لہٰذا ' ہر معاملے میں حدیث ہی سے مدد لی جائے۔ لیکن دوسری طرف وہ لوگ جو اِن کے مخالف تھے وہ ردِعمل کے طور پر Reactionaries ہونے کی وجہ سے اُنہوں نے شدت سے یہ ردِعمل دیا کہ جس اللہ نے حساب لینا ہے اُسے اُتنی ہی نمازیں پسند ہیں جتنی قرآن میں ہیں اور اُتنا ہی طریقہ پسند ہے جتنا قرآن میں ہے۔ چنانچہ قرآن پر تحقیق ایسی ہی باتوں میں اُلجھ کر رہ گئی اور اُمتِ اسلامیہ زوال کی اُس سطح پر پہنچ گئی جہاں پر کہ اکیسویں صدی میں کھڑی ہے۔

بہر حال! میں نے طویل تحقیق کے بعد قرآن کا ترجمہ ''قرآن بالتحقیق'' کے نام سے کیا جو لفظ لفظ اور آیت آیت کی تحقیق پر 1409 صفحات پر مبنی ہے۔ اِس دوران

جن معاملات پر مجھے آ گاہی میسر آئی میں نے چاہا کہ جو لوگ انسانیت کی خدمت کا فریضہ ادا کر رہے ہیں اُس میں قرآن پر کی گئی اپنی تحقیق کے حوالے سے حصہ ڈالنے کی کوشش کی جائے تاکہ نکاح، طلاق، حلالہ کے بارے میں جو آ گاہی قرآن نے دی ہے اُسے اختیار کر کے گھروں اور خاندانوں کو اُجڑنے سے بچایا جا سکے۔ لیکن یہ تحقیق بھی بہرحال! ایک انسانی کاوش ہی ہے جو بے خطا ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتی!

معزز اہل ایمان!

نکاح، طلاق وحلالہ کے بارے میں اِس کتاب میں دی گئی تحقیق براہِ راست قرآن کی آیات یعنی اسی سلسلے میں قرآن میں دیئے گئے ضابطوں، احکامات و قوانین پر مبنی ہے۔ چنانچہ جو لوگ اِس تحقیق کو دُرست سمجھیں وہ اِسے اختیار کر سکتے ہیں لیکن جو اسے غلط سمجھیں وہ اِسے مسترد کر دیں اور جو اِسے کمزور سمجھیں وہ مزید تحقیق فرما لیں۔ مگر کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اللہ کے احکام، ضابطوں اور قوانین میں سے کسی کی نفی کرنے کے لئے یا اُسے رد کرنے کے لئے قرآن سے باہر کوئی قول، نظریہ یا اتھارٹی پیش کرے (آیات 47-46-45-44:69)۔

معزز اہل ایمان!

اِس تحقیق کا مقصد نکاح، طلاق وحلالہ کے بارے میں کسی کے عقائد و نظریات کو تنقید کا نشانہ بنانا نہیں اور نہ ہی کسی فقہ یا فرقہ کی سوچ، آراء یا طریقوں پر انگلی اٹھانا ہے بلکہ مقصد صرف اِس حقیقت کی طرف توجہ دلانا ہے کہ کوئی بھی اور کسی کی بھی شفاف تحقیق شفاف آئینے کی مانند ہوتی ہے جس میں اپنے عقائد و نظریات و قوانین، ضابطوں و رسوم و رواج کا چہرہ دیکھا جا سکتا ہے تاکہ اگر اُن پر داغ نظر آئیں تو اُنہیں مٹا کر حسن بخشا جائے۔ بہرحال! یہ طے ہے کہ جس اللہ نے ہمارے مرنے کے بعد

ہمارا حساب لے لینا ہے اُس نے آیت (7:3) کے مطابق بھی پوچھ لینا ہے کہ اپنی زندگی کے معاملات سلجھانے کے لئے قرآن کو ترک کر رکھا تھا یا اسے اختیار کرلیا ہوا تھا کیونکہ یہ ہے وہ شکایت جو قیامت کے روز آخریؐ نبی اللہ سے کریں گے جو یوں ہے:

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

(آیت 25:30)

''اور (اس دن) رسولؐ کہے گا! کہ اے میرے رب! بلاشبہ یہی ہے وہ میری قوم جس نے قرآن (کو اپنے اپنے عقیدوں، رسموں اور فرقوں کی جکڑ بندیوں میں) جکڑ کر اِس کی اصل سچائیوں کو ترک کر رکھا تھا''۔

اِس کتاب میں درج کی گئی آیات کا ترجمہ قرآن بالتحقیق سے لیا گیا ہے۔ البتہ پڑھنے والا ان آیات کا ترجمہ اپنی پسند کے قرآن کے کسی بھی ترجمہ سے پڑھ سکتا ہے۔ مگر نکاح وطلاق کے سلسلے میں یہ حیرت انگیز اتفاق ہے کہ قرآن کے مطابق نکاح یعنی System of Wedlock بھی پانچ شرائط پر مشتمل ہے اور طلاق System of Unlocking the Wedlock بھی پانچ مراحل پر مشتمل ہے۔

مہربانی سے!

اِس تحقیق کا مطالعہ بالکل غیر جانبدار ہو کر کیجئے اور اس کے مطالعہ کے دوران اِس سلسلے میں اُپنے عقائد، نظریات وعلمی تکبر کو ایک جانب رکھ دیجئے اور تب اِس کے پہلے صفحے کے پہلے لفظ سے لے کر آخری صفحے کے آخری لفظ تک کو پڑھ لینے کے بعد فیصلہ کیجئے کہ آپ نے اِسے مسترد کرنا ہے یا اختیار کر کے لوگوں کو آگاہی دینی ہے کہ قرآن

کے احکامات وقوانین سے چمٹ جاؤ!

کیونکہ قرآن کا حکم ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا

(آیت 25:73)

''اور یہ وہ لوگ ہیں جب انہیں ان کے رب کی آیات کی آ گاہی دی جاتی ہے تو وہ ان پر بہرے اور اندھے لوگوں کی طرح گرنہیں پڑتے (بلکہ ان پر غور وفکر کرتے ہیں)''۔

اور اِس کے صلے میں قرآن کی نوید ہے کہ:

اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا

(آیت 25:75)

''چنانچہ یہ ہیں وہ لوگ (جن کا دُرست راہ پر چلتے رہنے کا) صلہ یہ ہے کہ اُنہیں بُلند منازل پر فائز کر دیا جائے گا کیونکہ وہ (اللہ کے احکام و قوانین کی پیروی میں سامنے آنے والی مشکلات اور مصیبتوں) کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے۔ چنانچہ وہاں امن وسلامتی کی زندگی بخش صدائیں اُن کا استقبال کر رہی ہوں گی''۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا (آیت 25:76)

''اور اِس میں وہ ہمیشہ رہیں گے جو کہ ایسی آرام گاہ اور ایسا مقام ہے کہ جس کا حُسن (انسانی تصور سے باہر ہے)''۔

اور جو اللہ کی دی ہوئی آ گاہی کو جھٹلاتا ہے تو پھر قرآن کا اعلان ہے کہ:

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَاۗؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا (آیت 25:77)

''(بہرحال، اے رسولؐ! ان مخالفین سے) کہہ دو (کہ یہ ہے میری دعوت اور اگر تم اس دعوت میں میرا ساتھ نہیں دیتے) اور اگر تم اس سے دُعا نہیں مانگتے تو میرا رب تمہاری ذرا بھی پروا نہیں کرتا (اور اگر اس دعوت کو) تم جھٹلا دیتے ہو تو وہ وقت دُور نہیں کہ جب تمہیں لازمی طور پر (سزا کا سامنا کرنا پڑے گا)''۔

لٰہذا، ضروری ہے کہ ریاست کے فیصلہ ساز نکاح، طلاق و حلالہ کے قوانین قرآن سے باہر انسانوں کے نظریات یا اندھے عقیدوں کی بنیاد پر نہ بنائیں بلکہ قرآن کے واضع احکام و قوانین پر تیار کر کے عوام کو اُن کا پابند کریں ورنہ آیات 65:8-9-10-11 کے مطابق وہ عذاب کے حق دار ہو جائیں گے۔

شکریہ

عمر شبیر

پہلا باب

نکاح

System of Wedlock

نکاح ایک سسٹم ہے

لفظ نکاح قرآن کی آیت (2:221) میں نازل ہوا جس نے نکاح کو باقاعدہ ایک نظام کی صورت میں پیش کیا اور اِس آیت کے بعد قرآن کی تقریباً اٹھارہ دیگر آیات ہیں جو نکاح کے حوالے سے آگاہی دیتی ہیں وہ اِسی آیت کے خدوخال اور نکاح کے بارے میں دوسرے پہلوؤں کی نسبت تعلیم فراہم کرتی ہیں۔

چنانچہ قرآن نے مردوعورت کے درمیان شادی Marriage کے لئے جو نکاح کی اصطلاح اِستعمال کی ہے تو وہ اپنی ذات کے اندر یعنی اپنے بنیادی مطلب میں ہی ایک باقاعدہ نظام کا تقاضا لئے ہوئے ہے اِسی لئے نکاح کے لئے انگریزی میں A System of Wedlock کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کے مطابق نکاح ایک ضابطہ ہے جس کے اصول، قوانین اور قاعدے ہیں اور جن کو اختیار کیے بغیر قرآن ایسے نکاح کو نکاح تسلیم نہیں کرتا کیونکہ نکاح کے حوالہ سے اللہ کے احکام سے بغاوت کر کے یا اُنہیں نظر انداز کر کے یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ کیا گیا نکاح اسلام کے مطابق ہے اس لئے کہ **مسلمان مردوعورت کو نکاح کے لئے پانچ**

شرائط کے پوری کرنے کا قرآن نے پابند کر دیا ہوا ہے۔

وجہ یہ ہے کہ سارے انسانوں میں انسانیت کا رشتہ صرف نکاح کی وجہ سے پیدا ہوا ورنہ انسان کی دُنیا وہی ہوتی جو جانوروں کی ہے کیونکہ نکاح، خاندانوں، گھرانوں، سوسائٹی، معاشرہ، تہذیب وتمدن، کلچر، قوم، کمیونٹی اور انسانیت کی بنیادوں کو جنم دیتا ہے۔ اِسی لئے تجربات نے یہ طے کر دیا ہوا ہے کہ جو نکاح قرآن کی پانچوں شرائط پوری کر کے کیے جاتے ہیں تو اُن میں طلاق جیسے واقعات یا تو ہوتے ہی نہیں یا بہت ہی کم پیدا ہوتے ہیں۔

لہٰذا، نکاح کے بغیر مرد وعورت کے درمیان میاں بیوی جیسے تعلق کو قرآن ہر حال میں اور ہر طرز میں زنا اور فحش قرار دیتا ہے (آیت 24:2)۔ چنانچہ آیت (3:79) میں ساری انسانیت کے لئے یہ قانون ہمیشہ کے لئے طے کر دیا ہوا ہے کہ عام انسان تو کجا کوئی نبی بھی کسی مرد یا عورت کو اپنا غلام بنا کر نہیں رہ سکتا چہ جائیکہ کوئی بھی مسلمان کسی عورت کو اپنا غلام بنا کر یعنی لونڈی وکنیز بنا کر بغیر نکاح کے اُس کے ساتھ بیوی جیسے تعلقات قائم کرے کیونکہ اِس آیت کا ترجمہ یوں ہے کہ:

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ (آیت 3:79)

''(اور یہ چیز تو کسی بھی دین کے بنیادی اصول کے خلاف ہے کیونکہ) کسی بشر کو یہ اجازت نہیں کہ اللہ اسے کتاب اور حکمت اور نبوّت عطا کرے اور پھر وہ انسانوں سے یہ کہنے لگے کہ تم اللہ

کو چھوڑ کر میرے اطاعت گزار غلام بن جاؤ۔ (حالانکہ وہ تو یہ کہے گا کہ) تم اپنے نشو ونما دینے والے پروردگار (کے اطاعت گزار) بن جاؤ (جیسا کہ اس کتاب کی تعلیم کا تقاضا ہے) جس کتاب کا تم علم حاصل کرتے ہو اور درس دیتے ہو"۔

وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡنِ (آیت 51:56)

"بہر حال (اس حقیقت کو یاد رکھو کہ) میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس بات کے لئے تخلیق کیا ہے کہ وہ صرف اور صرف میری غلامی اختیار کریں"۔

لیکن عمومی طور پر بعض نادرست اور غیر تحقیقی تراجم وتفاسیر میں آیات 23:5-6-7 کو لونڈی رکھنے کے حق میں دلیل وجواز کے طور پر پیش کیا جاتا ہے یعنی کسی عورت کو غلام بنا کر اُس کے ساتھ نکاح کیے بغیر جنسی تعلقات قائم کیے جائیں دوسرے لفظوں میں ایک بے بس عورت کو دو طریقوں سے ذلیل کرنے کی دلیل دی جاتی ہے یعنی ایک تو بے بسی و مجبوری سے فائدہ اُٹھایا جائے اور اُسے غلام بنالیا جائے دوسرے یہ کہ اُسے بیوی بنائے بغیر اُس کے ساتھ جسمانی تعلقات قائم کیے جائیں۔ اِس لحاظ سے تو قرآن کی آیات 24:1-2-3 جو زنا کے بارے میں ہیں اور 4:15 جو فحش کے بارے میں ہے وہ بے معنی کر دینے کے مترادف ہے۔ لیکن قرآن کے احکام شفاف اور تضادات سے پاک ہیں مگر وہ تمام حوالے جو قرآن کے احکام کو مسخ کرنے اور تضادات سے منسلک کرنے کے لئے دیئے جاتے ہیں وہ انسان کے اپنے بنائے

ہوئے ہیں اور اُن کا آخری نبی ﷺ اور قرآن سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ آیات 23:5-6-7 یوں ہیں:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (آیت 23:5)

"اور یہ وہ لوگ ہیں (یعنی یہ وہ مرد اور عورتیں ہیں) جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں (یعنی یہ جنسی بے راہ روی اور جنسی عریانی سے دُور رہتے ہیں)"۔

اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ (آیت 23:6)

"(یہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں) سوائے اپنے ساتھی جوڑے کے بلکہ (ساتھی جوڑے وہ) جنہوں نے آپس میں مستحکم طور پر نکاح کر رکھا ہو۔ لہٰذا، بلاشبہ یہی وہ لوگ ہیں (جو جنسی روابط میں) ملامت سے پاک ہیں"۔

(**نوٹ**: اس آیت 23:6 میں "**او مــا مــلــکت ایمانهم**" کا مطلب اکثر مفسرین کنیزیں یا باندیاں لیتے ہیں یعنی یہ وہ عورتیں ہیں جن سے نکاح نہیں ہے مگر جنسی تعلق جائز قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ قرآن فحش اور زنا کو قابلِ سزا جرم قرار دیتا ہے 24:2۔ بہرحال، اس سورۃ کے سیاق وسباق کے مطابق ان الفاظ کے مطالب یوں ہیں: او (حرف) ہے۔ یہاں اس کا مطلب "یا" نہیں لیا جائے گا بلکہ "بلکہ" لیا جائے گا جیسے کہ آیت 37:147 میں ہے کہ "ہم نے اسے ایک لاکھ کی طرف بھیجا بلکہ وہ اس سے بھی زیادہ تھے" ملکت کا مادہ (م ل ک) ہے اور اس کے بنیادی مطالب میں ایک مطلب "نکاح کرنا" ہے۔ اور

ایمانکم کا مادہ (ی م ن) ہے۔ اس کا بنیادی مطلب دایاں ہاتھ یعنی طاقت، مضبوط وغیرہ جیسا کہ آیت 4:33 میں ہے کہ ''تمہارے عہد و پیمان بندھے اور مستحکم ہوئے'' چنانچہ اسی کے مطابق اس آیت کا ترجمہ کیا گیا ہے کیونکہ آیت 60:10 کے مطابق اگر کافروں کے پاس سے مومن عورتیں آ جائیں تو ان سے نکاح کرنے کو کہا گیا ہے انہیں کنیز بنانے کی اجازت نہیں۔ اسی طرح ''اگر کافر عورت تمہارے نکاح میں ہے تو اسے مت روکے رکھو'' یعنی اسے نکاح سے آزاد کرنے کو کہا گیا ہے مگر اسے کنیز بنانے کی اجازت نہیں دی گئی کیونکہ آیت 3:79 کے مطابق اللہ کسی انسان کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ دوسرے انسان کو اپنا غلام بنائے۔ لہٰذا، کسی انسان کو خرید کر یا کسی بھی طرح سے غلام یا لونڈی بنانے کا تصور ہی قرآن کی تعلیم کے خلاف ہے۔ البتہ بعض مفسرین جو ملکت ایمانکم کا ایک مطلب نوکر، خادم یا ماتحت لوگ۔ نوکرانیاں وغیرہ بھی لیتے ہیں تو وہ اپنے سیاق وسباق کے حوالے سے بعض مقامات پر درست ہوتا ہے مگر وہ ماتحت کے طور پر اُجرت لے کر کام کرنے کی حیثیت سے درست ہوتا ہے لیکن بغیر نکاح کے کسی عورت کو لونڈی یا کنیز رکھنا اور اس سے جنسی روابط رکھنا قرآن کی آیات 24:2،4:15 کے لحاظ سے قابل تعزیر جرم ہے)۔

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ (آیت 23:7)

''لہٰذا، جو شخص اس کے علاوہ (جنسی روابط) چاہے گا تو یہ وہی لوگ ہیں جو اللہ کی طے شدہ حد سے آگے بڑھ جانے والے ہیں''۔

بہرحال، اِس سلسلے میں مزید تحقیق کرنے والے قرآن کا ترجمہ ''قرآن بالتحقیق'' میں کی گئی تحقیق پڑھ سکتے ہیں۔ لہٰذا، قرآن کے مطابق مرد ہو یا عورت وہ صرف اللہ کا غلام ہے اُسے کوئی بشر غلام، لونڈی، باندی یا کنیز بنا کر نہیں رکھ سکتا۔

چنانچہ اِسی وجہ سے قرآن نے عورت و مرد کے درمیان ازدواجی تعلق کے لئے نکاح کی اصطلاح استعمال کی ہے تاکہ انسانیت طے شدہ ضابطے پر مبنی رشتوں سے حسین خاندانوں کی بنیاد رکھے آیت 4:1 تاکہ وہ رچاؤ، امن، اطمینان، امیدوں، خوشگواریوں، حیا، وقار، محبت اور احترام جیسی نعمتوں سے لطف اندوز ہو کر آخرت میں جنت کی آرزو کرسکے۔

يَآ أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا (آیت 4:1)

''اے نوعِ انسان! خوفناک نتائج سے بچنے کے لئے اپنے نشو ونما دینے والے کے احکام وقوانین کو اختیار کیے رکھو(کیونکہ اگر تم غور کرو تو اس کی دلیل کے جو حقائق تمہارے سامنے آئیں گے وہ یوں ہیں کہ) اس نے تمہاری تخلیق کی ابتداء ایک ہی طرح کے نفس سے کی جس سے (نر و مادہ کی تقسیم) جوڑے کی صورت میں وجود میں آئی جس سے مردوں اور عورتوں پر مشتمل کثیر آبادی پھیل گئی۔ چنانچہ اب اگر تم تباہ کن نتائج سے بچنا چاہتے ہو تو اللہ کے نازل کردہ ضابطے کے مطابق زندگی بسر کرو (کیونکہ وہ جانتا ہے کہ تمہارے لئے کونسے احکام وقوانین بہتر ہیں اور کون سے بہتر نہیں ہیں)۔ اور اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ کے ضابطوں کی وجہ سے اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے تم آپس میں ایک دوسرے کے تعاون کے محتاج ہو۔

اور(اللہ کے ضابطہ ءحیات کے قائم کرنے کی ابتداء) اپنے خاندانی رشتے استوار کرنے سے کرو(کیونکہ اگر تم یوں طریقوں اور سلیقوں سے آگے بڑھو گے تو) اس میں کوئی شک وشبے والی بات ہی نہیں کہ اللہ ہر طرح سے تمہاری نگرانی اور نگہبانی کرتا رہے گا''۔

☆......☆......☆

نکاح کے لازمی عناصر
Essentials of the System of Wedlock

قرآن نے نکاح کو باقاعدہ نظام کی صورت دینے کے لئے چار آہم لازمی عناصر Four Essentials کو نکاح کا لازمی حصہ Integral Part بنایا ہے یعنی یہ چاروں لازمی عناصر لفظ نکاح کے اندر ہی جذب شدہ ہیں لہٰذا' کسی بھی مرد وعورت کے آپس میں میاں بیوی کی طرح رہنے کو قرآن اُس وقت تک نکاح تسلیم نہیں کرتا جب تک کہ وہ تعلق نکح ' عقد' میثاق اور یجدون ! بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ کے مجموعے پر قائم نہ ہو جن کا تجزیہ یوں ہے:

1- نکح

لفظ نکح کا مادہ (ن ک ح) ہے۔ اِس کا لفظی مطلب ہے طے شدہ ضابطے کے تحت جذب ہونے کے لئے ملنا یا ملا دینا۔ انگریزی میں اِسے To Unite in Wedlock یا To be United in Wedlock کہا جاتا ہے۔ اِس کی مثال عربی میں ''بارش کے اُن قطروں سے دی جاتی ہے جو زمین میں جذب ہو جاتے ہیں'' کیونکہ اُنہیں ''نکح المطر الارض'' کہا جاتا ہے اور اِسی جذب ہونے کی حالت یا کیفیت کو ''جس طرح آنکھ اور نیند کا تعلق ہے'' یعنی ''نکح النعاس'' کی مثال سے بھی

واضح کیا جاتا ہے۔

2- عقد

قرآن کی آیت (2:235) میں نکاح کو ''عقدۃ النکاح'' کہا گیا ہے جو یوں ہے:

وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ

''اور عقدۃ النکاح کا پختہ عزم نہ کرو یہاں تک کہ مقررہ مدت (یعنی عدت) اپنی انتہا کو نہ پہنچ جائے''۔

یعنی نکاح ایک ایسا بندھن ہے جسے طے شدہ ضابطے اور گواہوں کے ساتھ ِگرہ کی طرح باندھا گیا ہو۔ نکاح کے ساتھ ''عقدۃ'' کو لازم قرار دے کر قرآن نے میاں بیوی کے ازدواجی تعلقات کو شفاف اور محفوظ پائیداری عطا کی ہے۔ چنانچہ لفظ عقدۃ انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔ عقدۃ کے لفظ کا مادہ (ع ق د) ہے عقیدہ' عقیدت' عقدت' عقدہ' عقود جیسے الفاظ اِسی مادہ سے نکلے ہیں۔ اِس کا بنیادی مطلب ہے ''انتہائی مضبوط و مستحکم جیسے کہ رَسّے میں کوئی مضبوط ِگرہ جسے دو چار لوگ مل کر اور کَس کر باندھتے ہیں اور وہ آسانی سے نہیں کھلتی بلکہ اُسے کھولنے کے لئے باقاعدہ مشقت اُٹھانی پڑے۔

3- یجدون! بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ' آیت 4:24' 24:33

آیت (24:33) میں ہے کہ ''**الذین لایجدون نکاحا**'' یعنی وہ لوگ جو نکاح کے اِنتظام کی استطاعت نہیں رکھتے۔ یعنی نکاح ایک اِنتظام یعنی A Disciplined Arrangement ہے۔ **یجدون کا مادہ (و ج د) ہے۔** وجد' موجدہ' وجدانا'

الوجد، الواجد جیسے الفاظ اِسی مادہ سے نکلے ہیں۔عربی میں الوجید ایسی زمین کو کہتے ہیں جسے ضابطے کے مطابق درست کر دیا گیا ہو یعنی ہموار زمین ۔اِسی سے زندگی کے معاشی معاملات درست وہموار ہونے کا مطلب لیا جاتا ہے یعنی مالداری، فراخی، دولتمندی، استطاعت وغیرہ۔ نکاح کے ساتھ قرآن میں اِس اصطلاح کا استعمال ثابت کرتا ہے کہ نکاح کوئی بے مقصد چلتا پھرتا فضول سا عمل نہیں بلکہ جس طرح فصل کاشت ہونے سے پہلے زمین دُرستگی، ہمواری اور ذرائع کا تقاضا کرتی ہے اِسی طرح نکاح سے پہلے مرد وعورت کے حالات دُرستگی، ہمواری اور بہتر معاشی ذرائع کا تقاضا کرتے ہیں تاکہ صدقہ فریضہ یعنی حق مہر ادا کرنے کی شوہر میں استطاعت آجائے یا استطاعت پیدا کر دی جائے اور آیت 4:34 کے مطابق قوّمون بننے کی یعنی گھریلو ذمہ داریاں اُٹھانے کی اہلیت حاصل ہوجائے یا کروا دی جائے تو اُسے نکاح کے ساتھ ''یجدون نکاحا'' کہا جاتا ہے۔اور اگر ایسا نہ ہو تو اُسے ''لا یجدون نکاحا'' کہا جاتا ہے۔اِسی لئے آیت 24:33 میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ اللہ یعنی اللہ کا نظامِ زندگی اختیار کرنے والے یعنی ریاست اور وہ جنہیں سرپرست ہونے کا دُرست دعویٰ ہے، 4:19، اور وہ بھی جن کے ماتحت لڑکی یا لڑکا نوکریاں کر رہے ہوں 24:33، تو اُن پر لازم ہے کہ وہ اس کا جائزہ لیں اور ضرورت کے مطابق مددگار بنیں تاکہ لڑکا اور لڑکی جو نکاح کر رہے ہیں اُن کے حالات وذرائع ہموار ہوجائیں جو نکاح کو عقد اور میثاق ثابت کرنے کے لئے معاون ہوتے رہیں ورنہ اللہ کے سامنے اپنی اپنی ذمہ داریاں ناکامی کے ساتھ نبھا کر حاضر ہونا ہے۔چنانچہ قرآن کے نظامِ نکاح میں ریاست،

سرپرست، متعلقہ محکمہ کے سربراہ بھی پارٹیاں ہیں اور سوسائٹی بھی پارٹی ہوتی ہے، آیت 51:19۔

آیت 4:24 میں نکاح شدہ زندگی کے لئے معاشی تحفظ کو مزید واضع کرنے کے ساتھ تنبیہہ بھی کی گئی ہے جو یوں ہے: بِأَمْوَالِكُم مُّحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ:

لفظ المال کا مادہ (م و ل) ہے۔ اِس کی جمع اموال ہے اس کا بنیادی مطلب ہے ''سونا چاندی جس کا کوئی مالک بن جائے'' یا کچھ بھی جس کو کوئی قیمتی سمجھے اور اُس کا وہ مالک بن جائے۔ بعد میں یہ لفظ معاشی ذرائع کے لئے استعمال ہونے لگا کیونکہ اِن کے بغیر فرد کی یا قوم کی زندگی بے وقار اور بے حیثیت ہو کر رہ جاتی ہے۔

لفظ محصنین کا مادہ (ح ص ن) ہے۔ اِس کا بنیادی مطلب ہے محفوظ رکھنا، حفاظت کرنا۔ آیت 21:80 میں'' **لتحصنكم** ''استعمال ہوا ہے جس کا مطلب ہے'' تا کہ وہ تمہیں محفوظ رکھے''۔ چنانچہ **اموالكم محصنين** کا مطلب ہے تمہارے معاشی ذرائع جو حفاظت کا سبب بنیں۔

غیر **مسفحین**، یہ ایک تنبیہہ ہے کیونکہ لفظ **مسفحین** کا مادہ (س ف ح) ہے۔ جس کا بنیادہ مطلب ہے ''یوں ہی بہا دینا'' چاہے وہ خون ہو، آنسو ہوں یا وہ مادہ جو بچے کی پیدائش کا سبب بنتا ہے یعنی جنسی ہوس کی تسکین یعنی شہوت رانی۔ یعنی یہ آیت تنبیہہ کرتی ہے کہ ایسا نکاح اِس لئے کرنے کی اجازت نہیں جو کہ صرف جنسی ہوس کی تسکین یعنی شہوت رانی کے لئے ہو بلکہ یہ آیت حکم دیتی ہے کہ اس تسکین کے ساتھ نکاح شدہ زندگی کی معاشی و معاشرتی ذمہ داریوں کا منسلک ہونا لازم ہے۔

4- نکاح میثاقاً غلیظاً ہے!

آیت(4:21) میں نکاح کے حوالے سے ''میثاقاً غلیظاً'' کی اصطلاح اِستعمال کی گئی ہے۔لفظ **مثاقا کا مادہ (و ث ق)** ہے۔ وثاق، میثاق، موثق، وثقی، وثق جیسے الفاظ اِسی سے نکلے ہیں۔قرآن نے اِس لفظ کا بنیادی مطلب آیت(2:256) میں الوثقی کے حوالے سے کر دیا ہے یعنی''ایسا مضبوط سہارا تھام لینا جو کبھی ٹوٹنے والا نہ ہو'' اور وثاق کا مطلب ہے وہ رسی جس سے کسی شے کو کس کر باندھ دیا جائے اور غلیظ کا مطلب ہے ''بہت سخت مضبوط وموٹا'' کیونکہ اس لفظ کا **مادہ (غ ل ظ)** ہے۔ چنانچہ مثاقاً غلیظاً ''اُس عہد و پیمان کو کہتے ہیں جسے قسموں کے ساتھ گواہوں کی موجودگی میں شوہر اور بیوی کے درمیان نکاح کے رشتے کو کس کر مضبوط باندھ دیا جائے تاکہ وہ ایک دوسرے کے لئے نہ ٹوٹنے والا سہارا ثابت ہوں۔

قرآن کی مندرجہ بالا آیات کے تجزیے سے نکاح کے سلسلے میں جو آہم حقائق سامنے آتے ہیں وہ یوں ہیں:

1- نکاح ایک نہایت سنجیدہ معاملہ ہے۔

2- نکاح عارضی طور پرنہیں کیا جا سکتا۔

3- نکاح کسی مفاد کو پورا کرنے کی غرض سے نہیں کیا جا سکتا جس کا اصل مقصد دھوکا دینا ہو۔

4- نکاح مذاق کے طور پرنہیں کیا جا سکتا۔

5- ایسا نکاح نہیں کیا جا سکتا جس میں فریقین کی نیت میں ایک دوسرے کے لئے

مضبوط، مستحکم گرہ کی طرح مضبوط سہارا بننے کا مقصد و آرزو نہ ہو۔

6- کسی کی مجبوری کو بنیاد و ڈھال بنا کر نکاح نہیں کیا جا سکتا جس کا مقصد یہ ہو کہ مجبوری ختم ہوگئی تو نکاح ختم کر دیا جائے گا۔

7- عورت کا مرد سے اور مرد کا عورت سے ہی نکاح ہوسکتا ہے کسی جانور یا غیر انسانی مخلوق سے نہیں ہوسکتا (آیات 24-23-22:4)۔

8- نکاح کے عہد و پیمان قسموں کے ساتھ گواہوں کی موجودگی میں ہونے ضروری ہیں اس لئے نکاح مرد اور عورت کا ذاتی و نجی معاملہ نہیں ہے بلکہ یہ معاشرتی معاملہ ہے۔

9- نکاح مرد اور مرد کے درمیان و عورت اور عورت کے درمیان نہیں ہوسکتا۔

10- جس لڑکے اور لڑکی کا آپس میں نکاح کروایا جا رہا ہے وہاں کی ریاست اور وہ جو لڑکا اور لڑکی کے جائز سرپرست ہیں، آیت 4:19 ' اور متعلقہ محکمہ کا سربراہ اگر وہ نوکری کرتے ہیں تو اُن کے نکاح کے معاشی حالات وذرائع کا جائزہ لے کر اُن کے مددگار بنیں 24:33۔ اور نکاح نامہ میں اُن کی جائزہ رپورٹ شامل ہونی چاہیئے۔

لٰہذا جس نکاح کا قرآن حکم دیتا ہے وہ مرد و عورت کا صرف ظاہری و جسمانی تعلق نہیں بلکہ وہ باطنی رچاؤ اور یک رنگی پیدا کرنا، ذمہ داریاں اُٹھانا اور ایک دوسرے کے جذبات و احساسات کی نشو و نما کی خاطر بہت سی اپنی ضروریات وخواہشات کی قربانی کے راستے پر چلنے کے لئے ہم سفر اور شریکِ حیات بننا ہے تا کہ وہ ایک دوسرے کے لئے نہ ٹوٹنے والا سہارا بن کر نگاہوں کی ٹھنڈک بنیں۔

نکاح کے لئے قرآن کی بنیادی پانچ شرائط

قرآن نے مرد اور عورت کی ازدواجی زندگی کا جو نقشہ پیش کیا ہے اُس سے مراد ہے کہ میاں بیوی کا ایسا تعلق جیسا آنکھ اور نیند کا ہے یعنی ایک دوسرے میں یوں جذب ہو جانا جس طرح آنکھوں میں نیند گھل جاتی ہے اور جس طرح بارش زمین میں جذب ہو جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن کے مطابق نکاح کے لئے مندرجہ ذیل پانچ شرائط کا پورا ہونا لازمی ہے:

پہلی شرط

نکاح کے لئے عورت و مرد کا شرک سے پاک ہونا لازمی ہے‘

آیات 2:221 ;24:3۔

مسلمانوں میں نکاح سے پہلے عورت اور مرد کا شرک سے پاک ہونا ضروری ہے ورنہ قرآن ایسے نکاح کو نکاح تسلیم نہیں کرتا۔ قرآن نے مرد اور عورت کے درمیان پہلی اور لازمی شرط یہ رکھی ہے کہ مومن مرد مشرک عورت سے نکاح نہ کرے اور مومنہ عورت مشرک مرد سے نکاح نہ کرے۔ آیت (2:221) کا ترجمہ یوں ہے کہ:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ وَاللّٰهُ

يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (آیت 2:221)

"(نازل کردہ نظامِ حیات میں صراطِ مستقیم کی ابتداء گھر سے ہوتی ہے، اس لئے شوہر اور بیوی کے درمیان ہم آہنگی ضروری ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے) ایسی عورتوں سے نکاح نہ کیا جائے جنہوں نے اللہ کے اختیارات میں کسی اور کو بھی شامل کر رکھا ہو (مشرکت) البتہ اگر وہ ایمان لے آئیں یعنی نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کو تسلیم کر کے امن و بے خوفی کی راہ اختیار کر لیتی ہیں تو ان کے ساتھ نکاح کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرتیں تو (یاد رکھو) کہ ایک ایسی عورت جو غلام ہے مگر ایمان لا چکی ہے یعنی وہ نازل کردہ سچائیوں کو تسلیم کر کے اطمینان و بے خوفی کی راہ اختیار کر چکی ہے تو وہ نکاح کے لئے اس مشرک عورت سے کہیں زیادہ بہتر ہے چاہے اس کا (حسن) تمہیں حیرت زدہ ہی کیوں نہ کر دینے والا ہو۔ ایسے ہی ایمان والی عورتیں مشرک مردوں سے یعنی ان مردوں سے نکاح نہ کریں جنہوں نے اللہ کے اختیارات میں کسی اور کو بھی شریک کر رکھا ہو۔ البتہ اگر وہ ایمان لے آئیں یعنی اگر وہ نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کو تسلیم کر کے امن و بے خوفی کی راہ اختیار کر لیتے ہیں تو ان کے ساتھ نکاح کیا جا سکتا ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں

کرتے تو (یاد رکھو) کہ ایک ایسا مرد جو غلام ہے مگر وہ ایمان لا
چکا ہے یعنی وہ نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کو تسلیم کر
کے اطمینان و بے خوفی کی راہ اختیار کر چکا ہے تو وہ نکاح کے
لئے اس مشرک مرد سے کہیں زیادہ بہتر ہے چاہے اس کا
(حسن) تمہیں حیرت زدہ ہی کیوں نہ کر دینے والا ہو۔ (کیونکہ
شرک کرنے والے اُن طریقوں کو اپنانے کی) دعوت دیتے
ہیں جو جہنم میں دھکیل دینے والے ہوتے ہیں اور (ان کے
برعکس) اللہ اپنے حکم کے مطابق (چلنے والوں کو) جنت کی طرف
اور اپنی حفاظت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اور یوں وہ انسانوں
کے لئے اپنے احکام وقوانین کو کھول کر بیان کر دیتا ہے تا کہ وہ
سبق آموز آگاہی حاصل کر سکیں''۔

آیت 24:3 بھی اِسی سلسلے میں مزید تنبیہہ فراہم کرتی ہے۔

مشرک یا مشرکہ کسے کہتے ہیں

مشرک یا مشرکہ اُسے کہتے ہیں جو عقیدے کے طور پر اور نظریے کے طور پر یہ تسلیم کرے کہ اللہ کے اختیارات میں کوئی اور بھی شریک ہوسکتا ہے۔ لفظ شرک کا مادہ (ش رک) ہے۔ اشتراک، مشارکہ، شارکت، الشرک، شرکہ، مشرک، مشرکہ جیسے الفاظ اِسی مادہ سے نکلے ہیں۔ اِس کے بنیادی مطالب ہیں: خلط ملط ہوجانا، گڈ مڈ ہوجانا، ایک کو دوسرے کا ساتھی بنا کر معاملہ تقسیم کر دینا، ملکیت میں دوسرے کا حق تسلیم کرنا۔

اللہ کا حکم ہے کہ ظاہر، باطن، اول، آخر، کائناتیں وغیب یعنی جو بھی ہے وہ سب اُس کی ملکیت ہے۔اورسب کچھ ہی علم دینے والا ہےاورعلم دے رہاہےاوراللہ کی جانب سے ہر لمحے اُن سب کی پرورش ہورہی ہے۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (آیت 2:107)

''(لہٰذا، یہ ہے وہ اللہ جس کے احکام وقوانین میں کوئی اختلاف وتضاد نہیں کیونکہ) کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ آسمانوں اور زمین میں سارا اختیار واقتدار اللہ ہی کے لئے ہے اور اللہ کے سوا نہ تمہارا کوئی ولی ہوسکتا ہےاورنہ ہی کوئی مددگار''۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (آیت 1:1)

''ساری تحسین وستائش وآفرین کا حقدار صرف اللہ ہے کیونکہ اُس کے سارے جہان علم ہی علم دینے والے ہیں جن کی نشوونما کرتے ہوئے وہ اُنہیں اُن کی منزل کی جانب لئے جارہا ہے''۔

لہٰذا، اُس کی ملکیت میں نہ کوئی مداخلت کرسکتا ہے اور نہ ہی شرکت کرسکتا ہے، چنانچہ اُس کے احکام وقوانین میں کسی کو اجازت نہیں کہ وہ مداخلت کرے۔قرآن نے ایسے افراد کو آیت (5:44) کے مطابق ویسے ہی کافر قرار دے رکھا ہے جو اللہ کے نازل کردہ احکام وقوانین کے مطابق فیصلے نہیں کرتے ہیں۔قرآن نے شرک کو سب سے بڑا ظلم قرار دے رکھا ہے۔

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (آیت 31:13)

''اور (لقمان خود بھی اللہ کے احکام وقوانین کی پیروی کرتا تھا اور اپنے بیٹے کو بھی اسی کی تلقین کرتا تھا۔ چنانچہ) ایک دفعہ لقمان نے اپنے بیٹے کو اچھے کاموں کے اچھے انجام اور بُرے کاموں کے بُرے نتائج کے بارے میں آگاہی دیتے ہوئے کہا کہ اے میرے بیٹے! (سب سے پہلے اس بنیادی اصول کو سمجھ لو جس پر انسانی فکر اور اعمال کی ساری عمارت کھڑی ہوتی ہے کہ) اللہ کے اقتدار و اختیار میں مت کسی کو شریک کرو کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ (شرک کرنے والا یعنی اللہ کے ساتھ ساتھ کسی اور سے بھی دعائیں مانگنے والا اللہ کو اس کے مقامِ بلند سے نیچے لے کر آتا ہے اور دوسروں کو جن سے وہ دعائیں مانگتا ہے انہیں ان کے مقام سے اونچا لے جاتا ہے۔ اس لئے) اس میں کسی شک و شبے والی بات ہی نہیں کہ شرک سب سے بڑا ظلم ہے (کیونکہ ہر شے انسان کے لئے مسخر ہے مگر انسان کا سوائے اللہ کے کسی اور کے سامنے مسخر ہو جانا خود انسان کی تذلیل ہے۔ لہٰذا، اے میرے بیٹے! تم ایسا کبھی نہ کرنا)''۔

لہٰذا شرک قرآن کی خاص اصطلاح ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ اللہ کی مخلوقات میں سے کسی کو یا کسی قوت یا قوتوں کو اللہ جیسا یا اللہ کے برابر یا اللہ کا ھمسر سمجھنا اور اللہ کے

اختیار میں اس کو یا ان کو شریک سمجھنا یا شریک کر لینا۔شرک بنیادی طور پر ایک اللہ پر بھروسہ کم کر لینے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔اسی لئے شرک کرنے والے اللہ کے اختیار میں کسی اور کو شریک کر لیتے ہیں۔قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ انسان سب برابر اور کائنات کی ساری اشیاء انسان سے کم تر اور صرف اللہ اور اُس کا حکم و قانون انسان سے برتر ہیں۔لہٰذا، انسان کا اللہ کے علاوہ کسی اور کو اپنے سے برتر سمجھنا خود اس کی اپنی تذلیل ہے، اسی کو شرک کہتے ہیں۔شرک سے اللہ کو تو کوئی فرق نہیں پڑتا مگر خود انسان اپنے مقامِ انسانیت سے گر جاتا ہے۔اس لئے قرآن کی رُو سے شرک سب سے بڑا جرم اور ظلم ہے(31:13) جو انسان سے اس کا صحیح مقام چھین لیتا ہے۔لہٰذا، انسان کا اللہ سے براہِ راست تعلق ہے اور ہر انسان جب چاہے جس جگہ چاہے اللہ سے براہِ راست اپنا رابطہ اپنی دعاؤں اور التجاؤں کے ذریعے قائم کر سکتا ہے۔کوئی بھی انسان جس قدر خود اپنے احساسات کی گہرائی سے اللہ سے التجا کر سکتا ہے اُتنا ساری کائنات میں کوئی اور اس کے لئے نہیں کر سکتا اور یہی اللہ کو پسند ہے کیونکہ اس طرح وہ ثابت کرتا ہے کہ وہ سوائے اللہ کے کسی پر بھروسہ نہیں رکھتا اور نہ کسی کو اس کے اختیار میں شامل سمجھتا ہے۔

بہرحال، قرآن کی شرک کے بارے میں مزید آگاہی کچھ یوں ہے:

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ (آیت 12:106)

''اور ان میں سے اکثر اللہ پر ایمان ہی نہیں لاتے کیونکہ وہ مشرک ہیں (اور اللہ کے علاوہ یہ اللہ کے ساتھ دوسروں کی پرستش واطاعت بھی کرتے رہتے ہیں)''۔

اللہ نے مرد اور عورت کے لئے باقاعدہ حیاء کے پیمانے مقرر کر دیئے ہیں جیسا کہ آیت 24:3 یوں ہے

اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ (آیت 24:3)

''زانی کو زانیہ سے یعنی مشرکہ سے ہی نکاح کرنا ہوتا ہے اور زانیہ کو زانی سے یعنی مشرک سے ہی نکاح کرنا ہوتا ہے کیونکہ ایسا (نکاح) اہل ایمان پر حرام کر دیا گیا ہے۔(آیت 24:3)''۔

(**نوٹ**: جان بوجھ کر زنا کرنے والے مرد اور عورت دونوں ہم خیال اور یک رنگ ہوتے ہیں کیونکہ اگر ایک پاکباز ہو اور دوسرا زنا کرنے والا تو ازدواجی تعلق تباہ ہو کے رہ جاتا ہے، یعنی اسے نکاح کے عہد کا ذرا پاس نہیں ہوتا اور وہ جنسی تعلقات میں دوسرے کو شریک کر لیتا ہے۔ اسی طرح مشرک یا مشرکہ کو اللہ کے ساتھ تعلق اور محبت کا ذرا پاس نہیں ہوتا اور وہ اس کی محبت اور اس کے اختیارات میں دوسرے کو شریک کر لیتے ہیں۔ یہ ہے وہ بے وفائی جسے اس قدر بڑا جرم قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا، ایسے مجرم بے وفاؤں کو ہی آپس میں نکاح کے جوڑے بنانا چاہیے تا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے لئے سزا کا موجب بن سکیں۔ مگر ایسا نکاح اہلِ ایمان پر حرام کر دیا گیا ہے۔ یعنی اہل ایمان جن سے نکاح کرنا چاہتے ہیں یا جو اہلِ ایمان سے نکاح کرنا چاہتے ہیں تو انہیں نازل کردہ احکام وقوانین کی صداقتوں کو تسلیم کر کے ان پر عمل پیرا ہونا پڑے گا جس میں زنا جیسی بُرائی سے دُور رہنا ہوگا)۔

بہرحال' قرآن نے آیات 2:221 اور 24:3 میں کیونکہ شرک کرنے والوں کے ساتھ ایمان رکھنے والوں کا نکاح حرام قرار دے دیا ہوا ہے اِس لئے نکاح کرانے والوں کو' ریاست کو اور خود نکاح کرنے والوں کا فرض ہے کہ وہ شرک کے بارے میں آگاہی حاصل کریں اور اِس آگاہی کو عام کریں۔ اِس کے لئے مدرسوں' تعلیم گاہوں' مساجد' میڈیا' عوام غرضیکہ ہر ایک مسلمان کو شرک کے خلاف اُٹھنا چاہیئے' اِس کی آگاہی عام کریں تا کہ ہر نکاح کرنے والے کا نکاح اللہ کی بارگاہ میں قبول ہو سکے

ورنہ وہ نکاح، نکاح ہی نہیں بلکہ ایک حرام عمل ہو کر رہ جائے گا۔

شرک سے نکلنے کا طریقہ

1-توبہ

کیونکہ ایک مسلمان جو بے خبر ہے وہ بھی مشرک ہوسکتا ہے اور ایک غیر مسلم بھی مشرک ہوسکتا ہے اِس لئے نکاح کے لئے نکاح کے حوالے سے لگائی گئی یہ پہلی شرط اہم ترین ہے۔ چنانچہ جو لوگ مشرک ہیں یا جو بھی شرک کے حوالے سے جرم و گناہ کرنے والے ہیں اُن کے لئے اللہ نے آیت 110:3 میں واپسی کا راستہ کھول دیا ہوا ہے:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا (آیت 110:3)

''تو پھر (اہلِ ایمان کو بھی بتلا دو کہ) اپنے رب کی عظمتوں کا اعتراف اور اس کی تحسین و ستائش کرتے ہوئے اس کے احکام و قوانین پر زیادہ تیزی سے سرگرمِ عمل ہو جائیں۔ اور (اس سلسلے میں پیش آنے والے) خطرات و مشکلات کے مقابلے میں اُس کی حفاظت طلب کرتے رہیں۔ اور اس میں کوئی شک و شبہ ہی نہ رکھیں کہ اللہ ایسا ہے کہ اگر کوئی غلط راستہ چھوڑ کر واپس اس کے صحیح راستے پر آ جاتا ہے تو وہ اس کی واپسی قبول کر لینے والا ہے۔ (لہٰذا، کامیابیوں کے لئے اُسی اللہ کے ساتھ چمٹے رہیں)''۔

2-حنیفاً

اور آیات 2:135 اور 4:125 کے مطابق شرک سے نکلنے کا طریقہ یہ ہے کہ

صرف اللہ کی طرف رُخ کرلیا جائے یعنی صرف اللہ کے احکام وقوانین اور اللہ کی محبت کے ساتھ چمٹا جائے اور اپنی دُعاؤں اور احساسات کا مرکز صرف اللہ کو بنالیا جائے۔

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (آیت 2:135)

''اور (یہ تھے ان یہودیوں کے آباء جن میں سے ہر ایک نے اللہ کے احکام وقوانین کے مطابق زندگی بسر کی۔ مگر دوسری طرف یہ ہیں جو اُن کے دین میں خرابیاں پیدا کر چکے ہیں، پھر بھی) ان کا تقاضا ہے کہ تم یہودی یا عیسائی ہو جاؤ تو ہدایت حاصل کرسکو گے مگر ان سے کہو! کہ تم مسلکِ ابراہیمی کی طرف دعوت کیوں نہیں دیتے جس نے باطل سے منہ موڑ کر صرف اللہ کی طرف رخ کر رکھا تھا اور وہ قطعی طور پر مشرکوں میں سے نہیں تھا''۔

3-اسلم

شرک سے نکلنے کا تیسرا یہ طریقہ ہے کہ اللہ کے احکام وقوانین کی صداقتوں کے سامنے سرِ تسلیم خم کر کے امن سلامتی کی حالت میں داخل ہوا جائے چنانچہ آیات 6:14 میں یہ حکم یوں دیا گیا ہے:

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّیْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (آیت 6:14)

”(اور اے رسولؐ! ان سے) کہہ دو کہ کیا میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کو اپنا ولی بنالوں؟ (جبکہ اللہ ہی نے) آسمانوں اور زمین یعنی ساری کائنات کے مجموعی مادے کو پہلی بار پھاڑ کر اگلی ترکیب عطا کی، اور وہ سامانِ زندگی عطا کرتا ہے مگر خود سامانِ زندگی سے بالاتر ہے۔ کہہ دو! کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے اللہ کے احکام وقوانین کی صداقتوں کے سامنے سرِ تسلیم خم کر کے امن وسلامتی کی حالت میں داخل ہو جاؤں (اور اے رسولؐ! آگاہ رہو کہ) تم مشرکوں میں سے ہرگز نہ ہو جانا (اور صرف اللہ ہی کی پرستش واطاعت کرتے رہنا)“۔

شرک سے نکلنے کے فوائد

1- شرک اصل میں اللہ پر بھروسہ کم کر کے کسی پر بھی اللہ کے مقابل بھروسہ کرنا ہے یعنی یہ خوف، لالچ، ہوس ہے۔ شوہر و بیوی کا شرک سے پاک ہونے کا مطلب ہے خوف، لالچ و ہوس سے پاک ہونا۔

2- شوہر و بیوی احساسات کمتری و برتری و حسد سے نکل جاتے ہیں۔

3- عورت اور مرد، ذات پات، قبائلیت، تکبر اور ہر طرز کی بے معنی رسموں و رواجوں کو رَد کرنے کے قابل ہوتے جاتے ہیں۔

4- شرک ختم کر دینے سے شوہر اور بیوی ہر فرقے، ہر عقیدے اور ہر مسلک کو مسترد کر کے آیات 2:135 اور 4:125 کے مطابق خالص طور پر اللہ سے

چمٹ جاتے ہیں۔

5- شرک سے پاک ہوجانے کی وجہ سے عورت اور مرد صورتی و بدصورتی، غربت وامارت، معاشرتی وقار و کم حیثیت و برتر حیثیت جیسے جذبات و پیمانوں سے بلندتر ہوجاتے ہیں۔

6- شوہر و بیوی شرک سے پاک ہوکر دلیر، بے خوف اور پراعتماد ہوجاتے ہیں وہ انسان پرستی یا کائنات میں کسی بھی شے کی پرستش کو رَد کر کے صرف اللہ کی پرستش اختیار کر لیتے ہیں یعنی ہر طرز کی غلامی کو رَد کر کے صرف اللہ کے غلام ہوجاتے ہیں یعنی لا الہ اللہ محمد رسول اللہ کے اعلان کے علمبردار ہوجاتے ہیں۔

نکاح کے لئے پہلی شرط کی اہمیت

آیت (2:221) جو کہ نکاح کے لئے پہلی اور بنیادی شرط پیش کرتی ہے وہ براہِ راست بہت اہم حقیقتوں کی جانب توجہ دلاتی ہے:

1- ایسا تعلق اور وہ بھی عمر بھر کے لئے اِسی صورت میں پیدا ہوسکتا ہے اور قائم رہ سکتا ہے جب میاں بیوی میں فکر و نظر کی کامل ہم آہنگی اور ذوق اور مزاج، خیالات وتصورات اور نظریات واعتقادات کی یک جہتی ہو۔ یہ نکاح کی بنیادی شرط اور خصوصیت ہے کیونکہ تب ہی نکاح آنکھوں میں نیند سمانے کا سا ہوسکتا ہے۔

2- ایسی ہم آہنگی اور یک جہتی میاں بیوی کے درمیان باہمی رضا مندی کے بغیر ممکن نہیں۔ یعنی عورت اور مرد کی نکاح کے لئے باہمی رضا مندی حاصل کرنا

لازمی ہے۔

3- اس آیت کے مطابق نکاح صرف مرد اور عورت کے درمیان ہی ہوسکتا ہے۔

4- اس آیت کے مطابق نکاح کے لئے گواہوں کا ہونا لازمی ہے تا کہ وہ گواہ رہیں کہ جن کا آپس میں نکاح کیا جارہا ہے وہ قطعی طور پر مشرک نہیں۔

5- اس آیت (2:221) کے حکم کے مطابق نکاح صرف مرد اور عورت کے درمیان ہی ہوسکتا ہے' لہٰذا کسی عورت کا قرآن سے نکاح آیت (2:231) کے مطابق اللہ کے احکام کا مذاق اُڑانا ہے جس کی سزا کی آگاہی آیات (7:182) اور (22:48) میں دے دی گئی ہوئی ہے۔ چنانچہ قرآن کے ساتھ کسی عورت کا نکاح' نکاح ہی نہیں ہے۔

6- اس آیت کے مطابق مرد کا مرد کے ساتھ یا عورت کا عورت کے ساتھ نکاح نہیں ہوسکتا۔

7- اِس آیت کے مطابق مرد یا عورت کا کسی جانور یا غیر انسانی مخلوق سے نکاح نہیں ہوسکتا۔

8- اِس آیت کے مطابق مسلمان مرد و عورت کے لئے نکاح کے حوالے سے ظاہری حسن کا پیمانہ ختم کر کے باطنی حسن کا پیمانہ قائم کر دیا گیا ہے یعنی نکاح کے لئے مرد و عورت کا یہ عقیدہ ہونا لازمی ہے کہ وہ اللہ کے اختیار میں کسی اور کی شرکت تسلیم نہیں کرتے۔

9- اِس آیت نے مسلمان مرد و عورت کے لئے نکاح کے حوالے سے معاشرتی

حیثیت ومرتبہ وکروفر وغرور، غربت وامارت کا پیمانہ ختم کردیا ہے اور شرک سے پاک ہونے والی شرط کو بنیادی اور لازمی قرار دے دیا ہوا ہے۔

10- اس آیت کے مطابق نکاح صرف پختہ بلوغت کی عمر میں ہی ہوسکتا ہے کیونکہ اُسی عمر میں مرد وعورت شرک کا تجزیہ کرنے اور اُسے ہر طرح سے سمجھنے کے قابل ہوسکتے ہیں اور اُس کا تقابلہ کرسکتے ہیں اور اُس کا اظہار کرسکتے ہیں۔

11- یہ آیت حکم دیتی ہے کہ جس عورت نے جس مرد سے نکاح کرنا ہے پہلے اُس کے نظریات اور عقیدوں کے بارے میں جانے، اُنہیں سمجھے، پرکھے اور اُس کے بعد فیصلہ کرے کہ اُسے اُس مرد سے نکاح کرنا ہے یا اُسے مسترد کردینا ہے یعنی عورت کو مکمل اختیار حاصل ہے کہ وہ نکاح کا فیصلہ اپنی مرضی سے کرے۔ اِسی آیت کے تحت یہی حق مرد کو حاصل ہے کہ جس عورت سے اُس نے نکاح کرنا ہے اُس کے عقیدہ ونظریہ کو سمجھے اور پھر فیصلہ کرے کہ اُسے اُس عورت کا انتخاب کرنا ہے یا مسترد کردینا ہے۔

12- اِس آیت نے نکاح کے حوالے سے ذات پات یا کسی بھی طرز کے قبائلی، خاندانی، نسلی، قومی، لسانی حیثیت، مرتبہ ومقام کو غیر اہم اور بے حیثیت قرار دے کر صرف شرک سے پاک ہونے کو عزت وشرف کا پیمانہ قرار دیا ہے یعنی کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اپنی بیٹی یا بیٹے کی شادی صرف اپنی ذات، قبیلہ ونسل میں ہی کرے گا کیونکہ یہ اس آیت میں دیئے گئے اللہ کے حکم سے بغاوت ہے اور اللہ کے احکام سے بغاوت کی سزا آیات

(22:48; 7:182; 65:9; 65:8) میں سنادی گئی ہوئی ہے۔

13- آیت (25:43-44) نے طے کر دیا ہوا ہے کہ ایسا شخص جس نے اپنی خواہشات کو اپنا خدا بنا رکھا ہے تو وہ تباہی کے جہنم میں گر کر رہے گا یعنی اپنی خواہش یا رسموں یا رواجوں کی خوشی کی خاطر جو لوگ اپنی بیٹیوں کا نکاح بجائے آیت (2:221) کے حکم کے مطابق کرنے کے وہ اُنہیں ونی کریں یا نکاح کے لئے اُن کی آزاد مرضی ختم کریں اور اپنے بیٹوں کے نکاح کے لئے اُن کی آزاد مرضی ختم کریں تو وہ اپنی خواہشات کو اپنا الٰہ بنانے کی وجہ سے خود بھی شرک کے مجرم بنتے ہیں اور وہ لوگ جو اُن کے مددگار ہوتے ہیں وہ بھی آیات (25:39) اور (7:182) کے مطابق دوزخ کے حقدار ہو جاتے ہیں۔

14- کسی کو اِسلام میں یہ اجازت نہیں کہ وہ اپنے بیٹے یا بیٹی کا رشتہ ونکاح اپنے فرقے کی بنیاد پر کرے کیونکہ قرآن نے اللہ کے دین میں کسی بھی قسم کے فرقے کو آیات 6:65، 30:31-32، 3:105 کے مطابق عذاب کا حق دار ٹھہرائے جانے کا حکم صادر کیا ہے کیونکہ فرقہ بنانے والے، اللہ کے احکام وقوانین میں اپنے نظریات اور عقیدے شامل کر کے دین کو کچھ کا کچھ بنا دیتے ہیں اور ایسا ہی کام مشرک اللہ کے ساتھ کرتے ہیں اِسی وجہ سے آیت 6:159 کے مطابق کسی بھی فرقے والے کے ساتھ آخری نبی حضرت محمد ﷺ کا کوئی تعلق نہیں یعنی جس کے ساتھ حضرت محمد ﷺ کا تعلق ختم ہو گیا اُس کا

مرتبہ اللہ کی بارگاہ میں کیا رہ جاتا ہے؟ بہرحال٬ مذکورہ آیات یوں ہیں:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (آیت 3:105)

''اور (یادرکھو) کہ تم کہیں ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو واضع اصول و قوانین نازل ہو جانے کے باوجود فرقوں میں بٹ گئے اور (آپس میں) اختلافات کرنے لگ گئے۔ اور انہی لوگوں کے لئے انتہائی بڑا عذاب ہے''۔

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (آیت 6:159)

''(مگر جو لوگ ایمان لا چکے ہیں وہ اپنے دین کے بارے میں آگاہ اور محتاط رہیں، کیونکہ) اس میں کوئی شک و شبے والی بات نہیں کہ جن لوگوں نے اپنے دین میں فرقے بنا لیے ہیں اور گروہوں میں بٹ گئے (تو اے رسولؐ!) تمہارا ان سے کسی چیز میں بھی تعلق نہیں۔ ان کا معاملہ صرف اللہ کی طرف ہے چنانچہ وہ انہیں خبر کر دے گا جو کچھ یہ کیا کرتے تھے''۔

لہٰذا ہر مسلمان کو آگاہ رہنا چاہئے کہ اللہ کے احکام کو معمولی نہ سمجھیں اور ہر اُس عذاب سے بچیں جس کی آگاہی قرآن نے دی ہے چنانچہ شرک و فرقہ بازی کو اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے نکاح کی بنیاد نہ بننے دیں۔

15- آیت (2:221) کا نکاح کے لئے پیمانہ صرف ''شرک سے پاک ہونا ہے''

اور اِس کی وجہ سے نکاح صرف مومن مرد اور مومنہ عورت کے درمیان ہی درست، جائز اور حلال قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ریاست، خاندان، سوسائٹی یا کمیونٹی پابند ہے کہ نکاح سے پہلے مسلمان مرد و عورت کو مومن بننے کی تعلیم و تربیت فراہم کرے (3:104) تا کہ وہ اپنی ذمہ داری پوری کر سکے تا کہ آیات (65:8; 65:9) میں سنائی گئی سزا سے بچ سکیں۔

بہر حال شرک سے پاک مومن مرد اور مومنہ عورت وہ ہیں جو سوائے اللہ کے احکام و قوانین کے کائنات اور زندگی کے ہر خوف سے آزاد ہو جاتے ہیں اور ایسے ظاہری و باطنی انداز و سلیقے اختیار کرتے ہیں کہ اُن کو دیکھ کر دوسرے ویسا بننا چاہتے ہیں۔

دوسری شرط:

نکاح کے لئے عورت و مرد کا بالغ ہونا لازمی ہے، آیت 4:6۔

خصوصی نوٹ:۔ بلُوغت کے حوالے سے محققین کی تحقیقات کے مطابق سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کی عمر آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے وقت 9 سال کی بجائے 19 سال ثابت شدہ تسلیم کی گئی ہے، بحوالہ کتاب (عمر عائشہؓ) مصنف (علامہ حافظ قاری حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی) شائع کردہ (الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ رجسٹرڈ)۔

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ (آیت 4:6)

''اور یتیموں کی (صحیح تربیت کرو اور ان کی) جانچ پڑتال کرتے رہو (تا کہ یہ پتہ چلتا رہے کہ ان کی صلاحیتوں کی کس حد تک نشو و نما ہوئی ہے) حتیٰ کہ وہ نکاح کی عمر تک پہنچ جائیں۔ پھر اگر

ان میں عقل کی پختگی نظر آئے تو ان کا مال انہیں واپس دے دو۔

نکاح کے لئے جسمانی اور ذہنی طور پر بالغ ہونا ضروری ہے۔آیات 4:6' 6:152' 17:34 کے مطابق نکاح کے لئے لڑکی اورلڑکے کا بالغ ہونا لازمی ہے۔ ایسا نکاح جو دو نابالغوں کے درمیان کیا جائے یا ایک بالغ ہو دوسرا نابالغ تو وہ نکاح' نکاح نہیں ہے۔

قرآن کی آیت (4:6) میں بلوغت کے لئے ''بلغوا'' کا لفظ اِستعمال ہوا ہے۔ اِس اصطلاح کا مادہ (ب ل غ) ہے۔ بلوغت' بلوغ' ابلاغ' تبلیغ' البلغۃ جیسے الفاظ اِسی مادہ سے نکلے ہیں۔اِس کا بنیادی مطلب ہے''اُس منزل تک پہنچ جانا جو کسی مقصد کے لئے ضروری ہو یا طے کی گئی ہو' چنانچہ (6:152) میں بلوغت کے لئے مزید ''یبلغ اشدہ'' کی اصطلاح اِستعمال کی گئی ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ ...... (آیت 6:152)

''اور (اس سلسلے میں مزید احکام یہ ہیں کہ): یتیم کے مال کے قریب ہرگز نہ جانا سوائے اس بات کے کہ جس کا مقصد اس کی زندگی کے حسن وتوازن میں اضافہ کرنا ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کی عمر کو پہنچ جائے۔اور پیمانے اور ترازو کو انصاف کے ساتھ پورا کیا کرو''۔

یعنی ایسی بلوغت جو خاص کر جسمانی لحاظ سے پختہ ومضبوط ہو جائے یعنی لڑکی اور لڑکا باقاعدہ جوان ہو کر شادی کے قابل ہو جائیں کیونکہ یہی اصطلاح آیت (17:34) میں ''یبلغ اشدہ'' اِستعمال ہوئی ہے اور دونوں دفعہ یہ اصطلاح استعمال

ہونے کا مقصد ان آیات میں یہ دیا گیا ہے کہ ''بلوغت کی ایسی عمر جس میں اُن کی عقل وفکر کی پختگی ایسی ہو کہ وہ اپنے مالوں کا خود اِنتظام کے قابل ہو جائیں'' اِس لحاظ سے بلغوا اور یبلغ اشدہ سے مندرجہ ذیل اہم نکات اخذ ہوتے ہیں:

1- نکاح کے لئے ضروری ہے کہ لڑکی اور لڑکا افزائش نسل کی عمر تک پہنچ جائیں مگر ایسی عمر جو جسمانی طور پر پختگی دینے والی ہو۔

2- صرف عمر کے لحاظ سے جسمانی طور پر ہی پختگی کافی نہیں بلکہ نکاح کے لئے ذہنی پختگی بھی ضروری ہے۔

3- یہ بھی ضروری ہے کہ ماں باپ یا جو بھی سرپرست ہوں وہ لڑکی اور لڑکے کو ذہنی پختگی کے لئے اور جسمانی پختگی کے لئے تعلیم وتربیت کا بندوبست کریں کیونکہ یہ قرآن کی آیات (6:152; 4:6) اور (17:34) کا تقاضا ہے۔

4- مندرجہ بالا آیات ایسے ہر اُس نظریے اور عقیدے کو رَد کر دیتی ہیں جس میں کسی بھی حوالے سے نابالغوں کا نکاح کیا جائے۔ ایسا نکاح قرآن کے احکامات سے بغاوت اور سرکشی ہے جس کی سزا آیات (65:8,9,10) میں اللہ نے اُن کے لئے بتلا دی ہے جو ازدواجی زندگی سے متعلق احکامات سے بغاوت کرتے ہیں۔

وَكَأَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا (آیت 65:8)

''(یادرکھو تمہاری ازدواجی زندگی سے متعلق معاملات وتعلقات کی تباہی کے اثرات انفرادی واجتماعی زندگیوں کے لئے بدترین

نتائج پیدا کرنے والے ہوتے ہیں۔ گذری ہوئی قوموں میں کئی ایسی قومیں تھیں جو اس اہم حقیقت کی طرف توجہ نہیں دیتی تھی) چنانچہ کتنی ہی بستیاں ایسی تھیں جن (کے رہنے والوں نے) اپنے نشوونما دینے والے کے حکم اور اس کے رسولوں (کی آگاہی کے خلاف) سرکشی اختیار کر لی تو ہم نے سخت حساب کی صورت میں ان کا محاسبہ کیا اور انہیں ایسے عذاب میں مبتلا کیا جو نہ دیکھا نہ سنا گیا تھا"۔

فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا (آیت 65:9)

"پھر انہوں نے اپنے کاموں کے بُرے نتائج کا مزا چکھ لیا اور ان کے کام کا انجام خسارے کی صورت میں نکلا"۔

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ ۖ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا (آیت 65:10)

"اور اللہ نے ان کے لئے (آخرت میں بھی) سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ لہٰذا، اے عقل و خرد سے کام لینے والو! تم اللہ سے ڈر کر اس کے احکام و قوانین کی خلاف ورزی سے بچتے رہو۔ اور اے اہلِ ایمان! ہر تحقیق گواہ رہے گی کہ اللہ نے تمہاری طرف (قرآن کی صورت میں) سبق آموز آگاہی نازل کر دی ہے"۔

دوسری شرط کی اہمیت

1- جسمانی و ذہنی پختگی نکاح کے لئے ساتھی چننے اور آزاد و بے خوف فیصلہ کرنے

کے لئے مدد ورہنمائی فراہم کرتی ہے۔

2- بلوغت وپختگی جذباتیت کے ساتھ دانش اوراحساسات کومنسلک کر کے نکاح سے منسلک معاملات میں توازن کی جانب مائل کرتی ہے۔

3- بلوغت وپختگی ازدواجی زندگی سے متعلق نفع ونقصان' عزیز واقارب سے منسلک تعلقات اور دیگر معاشی معاملات کے انتظام وانصرام کوقائم رکھنے کے لئے راہنمائی فراہم کرتی ہے۔

4- نکاح کے بعد جسمانی وذہنی کیفیات سے متعلق جونقصانات بلوغت وپختگی نہ ہونے کی وجہ سے ہوسکتے ہیں اُن سے بلوغت وپختگی محفوظ رکھنے میں مددگار ہوسکتی ہے۔

لہٰذا جومرد وعورت دی گئی آیات کے مطابق بلوغت حاصل کیے بغیر ہی نکاح کر لیتے ہیں یا اُن کا نکاح کروادیا جاتا ہے تو وہ قرآن کے مطابق نکاح ہی نہیں ہے۔

تیسری شرط:

نکاح کے لئے عورت ومرد کی آزاد وبے خوف مرضی کا ہونا لازمی ہے' آیت 4:19۔

يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا (آیت 4:19)

''(اب نازل کردہ ضابطے کی اگلی شق کی طرف متوجہ ہوں جس کا

تعلق شادی یا عائلی زندگی سے ہے۔ اس کے لئے اصول و قوانین یوں ہیں کہ) اے اہلِ ایمان ! تمہارے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن بیٹھو (یعنی عورتوں کی مرضی کے بغیر ان سے نکاح مت کرو کیونکہ مردوں سے متعلق بھی کہا گیا ہے کہ وہ بیوی کا انتخاب اپنی مرضی سے کریں، 4/3۔ اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اگر وہ تمہارے نکاح میں نہ رہنا چاہیں تو انہیں اس) نیت سے روکے رکھو کہ جو مال تم نے انہیں دیا تھا اس میں سے کچھ (واپس) لے جاؤ۔ البتہ اگر وہ واضح طور پر اللہ کی جانب سے طے شدہ جنسی حدوں کو توڑنے کی مرتکب ہوں (جو کہ ثابت ہو چکا ہو، 4/15 تو پھر جو مال تم نے انہیں دیا تھا اس میں سے کچھ واپس لے سکتے ہو)۔ اور ان کے ساتھ (یعنی اپنی بیویوں کے ساتھ) قانون و قاعدے کے مطابق محترم رویے اختیار کرو۔ پھر اگر تم انہیں ناپسند کرتے ہو (تو یونہی بے قابو ہو کر جھٹ سے قطع تعلق پر آمادہ نہ ہو جاؤ۔ تحمل اور برداشت سے کام لو) ایسا بھی تو ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں (بظاہر) ناپسند ہو اور اللہ نے اس میں (تمہارے لئے) بہت سی خوشگواریاں رکھ دی ہوں (اس لئے ترکِ تعلقات کے فیصلوں میں جلد بازی سے کام نہ لو)۔

اہم نکات

آیت (4:19) کے مطابق ''لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرھاً'' یعنی تمہارے لئے

یہ حلال نہیں ہے کہ تم عورتوں کے زبردستی وارث بن بیٹھو' یعنی کسی عورت کو زبردستی کسی مرد کے حوالے نہیں کیا جا سکتا یعنی کسی عورت کی آزاد مرضی کے بغیر اُس کا نکاح کسی مرد سے نہیں ہوسکتا اور نہ ہی کیا جا سکتا ہے۔ اِسی طرح آیت (4:3) کے مطابق مرد کو اپنی آزاد مرضی سے اپنی بیوی کا انتخاب کرنا چاہئے۔ چنانچہ ان آیات میں درج اللہ کے احکامات کے مطابق:

1- نکاح کے لئے عورت کی آزاد رائے کو زبردستی نہ بدلا جا سکتا ہے اور نہ ہی ختم کیا جا سکتا ہے۔

2- ریاست' سوسائٹی' خاندان یا سرپرست ذمہ دار ہیں کہ وہ لڑکی اور لڑکے کو ایسی آگاہی سے آشنا کریں کہ آزاد رائے رکھنے اور زبردستی ملکیت بننے میں کیا فرق ہے۔

3- عورت کو اپنے لئے شوہر کے اِنتخاب کے لئے مکمل آزادی ہے جس کا اظہار وہ اپنے سرپرستوں سے کرکے اپنی آزاد رائے کا اظہار کر سکتی ہے۔

4- قرآن کی آیت (4:19) نے ایسے تمام نظریات کو مسترد کر دیا ہے جن میں:

- عورت کا نکاح قرآن سے کر دیا جاتا ہے۔
- اور عورت کو پاؤں کی جوتی سمجھا جاتا ہے۔
- اور عورت کو جاہل' کم عقل اور نحوست سمجھ کر اُس کی آزاد رائے کو ختم کر دیا جاتا ہے۔
- اور عورت کو کمزور و کم حیثیت سمجھ کر اُس کی آزاد رائے کو اہمیت نہیں دی جاتی۔

5- اس آیت نے ایسے تمام نظریات کو بھی مسترد کر دیا ہے جن کے تحت رسموں و رواجوں کے تحت لڑکی کو ونی کر دیا جاتا ہے یا کوئی بھی ایسا رواج یا رسم جس میں لڑکی کو نکاح میں جکڑ دیا جائے مگر اُسے اپنی آزاد و بلا خوف مرضی دینے کا اختیار نہ ہو۔

6- نکاح اِنتقام لینے یا دھوکہ دینے کی خاطر نہیں ہوسکتا کیونکہ ایسا نکاح کسی کی آزادرائے و مرضی کو دھوکہ دے کر اپنے حق میں کرنا ہے جس کی وجہ سے ایسا نکاح، نکاح، نہیں کیونکہ اسے قرآن کی قبولیت حاصل نہیں ہوسکتی۔

7- چنانچہ قرآن کے احکامات کے خلاف بغاوت کر کے اگر بلا خوف وخطر لڑکی یا لڑکے کو نکاح کے لئے آزاد رائے دینے کا اختیار نہ دیا جائے اور نکاح کر دیا جائے تو وہ نکاح، نکاح ہی نہیں کیونکہ ایسے کسی نکاح کو قرآن کی منظوری حاصل نہیں۔

8- لہٰذا، ایسے تمام قوانین، فتوے، نظریات و آراء جو نکاح کے لئے لڑکی یا لڑکے کی آزاد و بے خوف مرضی کو بے حیثیت یا غیر ضروری سمجھتے ہیں وہ اللہ کے احکامات سے بغاوت ہیں جنہیں مسترد کر دینا چاہئے تاکہ آیات 65:8-9-10 میں درج عذاب سے افراد اور قوم بچ سکے۔

تیسری شرط کی اہمیت

قرآن نے نکاح کے لئے تیسری شرط جن مقاصد کے لئے لگا رکھی ہے اُن میں کچھ یوں ہیں:

1- نکاح کے لئے عورت یا مرد کی آزاد مرضی چھین لینے کا مطلب ہے کہ یہ دو انسانوں کے درمیان نکاح نہیں بلکہ دو جانوروں کے درمیان نکاح کروایا جارہا ہے۔ سرپرستوں کا صرف اِتنا فرض ہے کہ اگر وہ متفق نہیں تو وہ لڑکے یا لڑکی کے سامنے اپنے اختلافات کی وجوہات' شواہد' دلائل اور نتائج پیش کردیں مگر کسی کو یہ اجازت نہیں کہ لڑکی ولڑکے کے نکاح سے متفق نہ ہونے کی بنیاد پر اُنہیں قتل کردیا جائے یا قید کردیا جائے یا کوئی بھی اُنہیں سزا دی جائے۔

2- ازدواجی زندگی کا تعلق اُن جذبات سے ہے جو انتہائی جنسی جبلت سے شروع ہوکر نسل انسانی کو پیدا کرکے اُسے تعلیم وتربیت سے آراستہ کرنے والے ہوتے ہیں اگر اُن کی بنیاد خوف' نفرت اور زبردستی پر رکھ دی جائے تو نتائج نفسیاتی ومعاشرتی نقصانات کی صورت میں ظاہر ہوسکتے ہیں۔

3- مرد وعورت کو اِس کائنات میں صرف ایک زندگی سے نوازا جاتا ہے اِس زندگی میں بھی اگر نکاح کے لئے جس پر کہ اگلی ساری عمر کا دارومدار ہوتا ہے اُن کی آزاد مرضی کو چھین کر کاروکاری کیا جائے یا خاندانوں کے فضول تکبر کو پروان چڑھایا جائے یا کوئی بھی اِس سے ملتا جلتا معاملہ یا رواج اختیار کیا جائے تو آیت 4:19 سے بغاوت کی پاداش میں ایسا کرنے والوں کو سوائے دوزخ کے کیا ہاتھ آئے گا کیونکہ آیات 81:7-12 یوں ہیں:

وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ (آیت 81:7)

''اور جب نفسوں کو (یعنی انسانوں کو زندگی سے) جوڑ دیا جائے گا (تاکہ اعمال کا حساب لیا جائے)''۔

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ (آیت 81:8)

''اور اُس وقت پوچھا جائے گا کہ لڑکیوں کو کیوں زندہ دفن کر دیا گیا تھا (یعنی انہیں ان کے حقوق سے انکار کر کے کیوں نہیں جینے دیا جاتا تھا)؟

بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ (آیت 81:9)

''(اور یہ بھی پوچھا جائے گا کہ) ان کا گناہ کیا تھا جو انہیں قتل کر دیا گیا''۔

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (آیت 81:10)

''اور اس وقت (اعمال والے) اوراق کھول دیے جائیں گے (تا کہ ان اعمال کے نتائج کے مطابق فیصلے صادر کر دیے جائیں)''۔

وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ (آیت 81:11)

''اور (تب یہ وہ وقت ہوگا) جب آسمان کی کھال اتار دی جائے گی (اور عالمِ بالا کے حقائق سامنے نظر آنے لگ جائیں گے)''۔

وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ (آیت 81:12)

''اور اس وقت جہنم کی آگ کو تیز تر کر دیا جائے گا''۔

چوتھی شرط

نکاح کے لئے حلال رشتے' آیات 25-24-23-22:4۔

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا (آیت 4:22)

’’اور (شادی کے لئے اصول وقانون یہ ہے کہ) جن عورتوں سے تمہارے باپ دادا نکاح کر چکے ہوں ان سے ہرگز نکاح نہ کرو۔ (یہ ضابطہ نازل ہونے) سے پہلے جو ہو چکا سو ہو چکا۔ دراصل یہ جنسی قدروں کو تباہ کر دینے والا فعل ہے اور ناپسندیدہ ہے اور بہت بُری راہ ہے‘‘۔

حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمۡ اُمَّهٰتُكُمۡ وَبَنٰتُكُمۡ وَاَخَوٰتُكُمۡ وَعَمّٰتُكُمۡ وَخٰلٰتُكُمۡ وَبَنٰتُ الۡاَخِ وَبَنٰتُ الۡاُخۡتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِىۡۤ اَرۡضَعۡنَكُمۡ وَاَخَوٰتُكُمۡ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمۡ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِىۡ فِىۡ حُجُوۡرِكُمۡ مِّنۡ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِىۡ دَخَلۡتُمۡ بِهِنَّ فَاِنۡ لَّمۡ تَكُوۡنُوۡا دَخَلۡتُمۡ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ وَحَلَآئِلُ اَبۡنَآئِكُمُ الَّذِيۡنَ مِنۡ اَصۡلَابِكُمۡ وَاَنۡ تَجۡمَعُوۡا بَيۡنَ الۡاُخۡتَيۡنِ اِلَّا مَا قَدۡ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا

(آیت 4:23)

’’(علاوہ ازیں تم پر حسب ذیل رشتوں کی عورتیں بھی نکاح کے لئے حرام قرار دے دی گئی ہیں۔ یعنی) تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری دودھ میں شریک بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں (یہ سب) حرام کر دی گئی ہیں۔ اور تمہاری بیویوں کی (سابقہ شوہر سے) لڑکیاں جو تمہاری حفاظت میں پرورش پاتی ہیں (وہ بمنزلہ تمہاری اولاد ہیں۔ اس میں شرط یہ

ہے کہ اگر ان بیویوں سے) تم صحبت کر چکے ہو (تو وہ تم پر حرام ہیں) لیکن اگر تم نے ان (بیویوں) سے صحبت نہ کی ہو تو تم پر (ان کی لڑکیوں سے نکاح کرنے میں) کوئی حرج نہیں۔ اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں (بھی تم پر حرام ہیں) جو تمہاری پشت سے ہیں۔ اور یہ (بھی حرام ہے) کہ تم دو بہنوں کو ایک ساتھ (نکاح میں) جمع کرو سوائے اس کے جو (یہ ضابطہ نازل ہونے سے) پہلے ہو چکا سو ہو چکا (اب ان کی خلاف ورزی ہرگز نہ کرنا) کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ اللہ گناہوں کے اثرات ختم کر کے حفاظت میں لے لینے والا ہے اور سنورنے والوں کی قدم بہ قدم مدد و رہنمائی کرتے ہوئے انہیں ان کے کمال تک لے جانے والا ہے''۔

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (آیت 4:24)

''اور شوہر والی عورتیں (بھی تم پر حرام ہیں) سوائے ان عورتوں کے جو (اگر چہ کسی کے نکاح میں تھیں لیکن کسی وجہ سے بے شوہر ہو گئیں اور ان کی اپنے شوہروں کے پاس واپسی بھی ناممکن ہو گئی

اور وہ) تمہارے اختیار کے تحت آگئیں (تا کہ تم ان کی سرپرستی کرو اور اگر تم خواہشمند ہو بشرطیکہ 4:19 کے مطابق وہ بھی رضامند ہو تو تم 4:3 کے مطابق انہیں نکاح کی پیش کش کر سکتے ہو۔ یاد رکھو! کہ انہیں لونڈی یا کنیز نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ فحش اور زنا ہر حال میں جرم و گناہ قرار دے دیا گیا ہے' 4:15' 24:2 اور نہ ہی کسی سے نکاح شہوت رانی کے لئے کرنے کی اجازت ہے' 4:24 لہٰذا' یہ ہے اس سلسلے میں) تمہارے لئے اللہ کا ضابطۂ قانون اور ان کے سوا (جن عورتوں کا ذکر حرام ہونے کے سلسلے میں بھی کر دیا گیا ہے باقی سب عورتیں) تمہارے لئے حلال کر دی گئی ہیں تا کہ تمہارے پاس جو مال و اسباب ہیں تم ان کے ذریعے ان سے باقاعدہ نکاح کرو (مگر یاد رکھو! کہ یہ نکاح اس لئے) نہیں کہ تم انہیں شہوت رانی کرنے کے لئے رکھو (بلکہ باقاعدہ میاں بیوی کی حیثیت سے ذمہ داریاں اٹھانے کے لئے نکاح کرو) لہٰذا' تم میں سے جو ان سے لذت حاصل کرے تو ان کو ان کے مقرر کئے ہوئے مہر دے دے۔ البتہ اس کے (یعنی مہر کے) مقرر کر لینے کے بعد اگر تم باہمی رضامندی سے (اس میں کمی بیشی کرلو) تو اس میں کوئی گناہ نہیں کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے اور حقائق

کی باریکیوں کے مطابق درست اور نادرست کی اٹل حدوں کے پیش نظر فیصلے کرنے والا ہے''۔

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (آیت 4:25)

''اور تم میں سے جو کوئی (ایسا ہو کہ اس کے پاس مال و اسباب و ذرائع کی بنیاد پر) استطاعت نہ ہو کہ وہ ایسی مومن عورتوں سے نکاح کر سکے (جو بہتر معاشرتی حالت کی مالک ہوں) تو اُن مومن عورتوں سے نکاح کر لے جو تمہارے اختیار کے تحت بالغ خادمائیں یا نوکرانیوں کے طور پر کام کر رہی ہوتی ہیں (یعنی وہ کم حیثیت والی مومن عورت سے نکاح کر لے)۔ اور (یاد رکھو کہ) اللہ تو وہ ہے جو تمہارے ایمان کو جانتا ہے (اور یہ بھی یاد رکھو کہ) تم ایک دوسرے سے ہو (یعنی انسان ہونے کے ناطے کوئی عورت حقیر نہیں ہے کہ تم اُس سے اس لئے نکاح نہ کرو کہ وہ خادمہ یا نوکرانی ہے اور اس طرح نہ ہی کوئی مرد حقیر ہے کیونکہ تم سب ایک دوسرے سے ہو) لہٰذا' اُن سے اُن کے گھر والوں کی

اجازت سے نکاح کرو اور قاعدے قانون کے مطابق ان کے مہر انہیں دے دو۔ (یادرکھو کہ بیوی کی حیثیت سے ایسی عورتیں ہونی چاہئیں جو) قیدِ نکاح میں آنے والی ہوں نہ کہ مستی نکالنے والیاں ہوں اور نہ ہی چوری چھپے (دوسرے مردوں سے) آشنائیاں کرنے والی ہوں۔ چنانچہ جب وہ نکاح کے حصار میں آ جائیں اور پھر اگر وہ فحش کی مرتکب ہوں تو ان پر (یعنی خادماؤں یا نوکرانیوں پر) اس سزا کی آدھی سزا لازم ہے جو دوسری ان عورتوں کے لئے مقرر ہے (جو خادماؤں یا نوکرانیوں میں سے نہیں ہیں۔ کیونکہ خادمہ یا نوکرانی ایک مجبور مخلوق کی حیثیت سے زندگی گزارتی رہی ہوتی ہے اس لئے بیوی بننے کے بعد اسے آہستہ آہستہ اعتماد اور وقار کے آداب حاصل ہوتے ہیں۔ کیونکہ فحش یا زنا کا گناہ کرنے سے بہتر ہے شادی کر لی جائے تا کہ اللہ کے احکام کی خلاف ورزی سے بچا جائے)۔ تم میں سے یہ (احکام ہر اُس کے لئے ہیں) جِسے یہ اندیشہ ہوتا ہے (کہ اگر وہ کچھ دیر غیر شادی شدہ حالت میں رہے تو) اُس سے (جنسی) غلطیاں ولغزشیں سرزد ہو سکتی ہیں۔ بہرحال، اگر تم (جنسی لغزشوں سے محفوظ رہنے کے لئے) ثابت قدم رہو تو یہ تمہارے ہی لئے خوشگواری وسرفرازی کا باعث ہوگا (کیونکہ فحش

یا زنا کا گناہ کرنے سے بہتر ہے شادی کر لی جائے تا کہ اللہ کے
احکام کی خلاف ورزی سے بچا جائے)۔اور اللہ تو وہ ہے جو
حفاظت میں لے لینے والا ہے اور سنورنے والوں کی قدم بہ قدم
مدد و رہنمائی کرتے ہوئے انہیں ان کے کمال تک لے جاتا
ہے''۔

چوتھی شرط کے اہم نکات

1- نکاح صرف اُن کے درمیان ہوسکتا ہے جن کی اجازت قرآن نے دی ہے۔ آیات (4:22; 4:23; 4:24; 4:25) نے طے کر دیا ہے کہ کن رشتوں کے درمیان نکاح ہوسکتا ہے اور کن رشتوں کے درمیان نکاح نہیں ہوسکتا۔

2- آیت (4:3) کے مطابق ایسے مرد جو بے سہارا و یتیم عورتوں کی کفالت کر رہے ہوں یہ صرف اُنہیں اجازت ہے کہ وہ ایک سے چار تک حالات کے مطابق اگر یتیم و بے سہارا عورتیں بھی راضی ہوں تو اُن سے نکاح کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ اُن کے درمیان مکمل عدل کر سکیں اور وہ یہ نکاح اِس لئے کرنا چاہتے ہوں کہ اُنہیں ڈر ہو کہ وہ اُن یتیم عورتوں کے مال خرد برد کرنے کے کہیں مرتکب نہ ہو جائیں۔ چنانچہ:

3- ایسا ہر نکاح، نکاح نہیں جو اوپر درج کی گئی آیات میں دیئے گئے اللہ کے احکامات کے خلاف کیا جائے کیونکہ اُنہیں قرآن کی منظوری حاصل نہیں ہوتی۔

4- آیات بالا میں قطعی طور پر یہ اجازت نہیں کہ مرد، مرد سے نکاح کرسکتا ہے یا عورت، عورت سے نکاح کرسکتی ہے۔ ایسا آئین یا قانون جو اِس طرح کے نکاح کی اجازت دیتا ہے یا جو لوگ ایسا کرتے ہیں تو وہ اللہ کے احکامات جو اِن آیات میں دیئے گئے ہیں اُن کا (2:231) کے مطابق مذاق و تمسخر اُڑانے کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو ذمہ دار و مددگار ہیں تو وہ آیات (22:48; 7:182) کے مطابق اپنی سزا کا خود ہی جائزہ لے سکتے ہیں۔

چوتھی شرط کی اہمیت

نکاح کے لئے لگائی گئی قرآن کی چوتھی شرط کی اہمیت مندرجہ ذیل حقائق کی بارے میں آگاہی دیتی ہے:

1- قرآن نے شادی کے لئے حرام اور حلال رشتوں کا باقاعدہ نظام مقرر کرکے اور ایک واضع چارٹ دے کر رشتوں سے منسلک ہر اُلجھن اور تضاد کو ختم کردیا ہے اور اِس طرح مرد و عورت کے درمیان احترام و وقار کا ایک باقاعدہ نظام دے دیا ہوا ہے۔ چنانچہ قرآن کے دیئے گئے اِس چارٹ کے خلاف عمل کرنا انسانیت کو جنگل کے جانوروں کی سی بے محترم زندگی کی جانب دھکیلنا ہے۔

2- رشتوں کے واضع چارٹ کی وجہ سے ہی خاندان اور معاشرے کی بنیاد اور عمارت تعمیر ہوتی ہے لہٰذا قرآن کے اِسی چارٹ کو نکاح کے لئے اختیار کرنا لازمی ہے ورنہ خاندان، سوسائٹی، معاشرہ اور تہذیب سب کے سب بے حقیقت ہوجاتے ہیں۔

3- میاں بیوی کی زندگی میں ساری جدوجہد اُس مستقبل کی مسرتوں اور راحتوں کے لئے بھی ہوتی ہے جس میں اُن کے بیٹے اور بیٹیاں قرآن میں دیئے گئے رشتوں کے چارٹ کی وجہ سے مزید حسین سے حسین تر رشتوں کی بنیاد پر آگے بڑھیں۔ اگر اِس چارٹ کی خلاف ورزی شروع ہوجائے تو مستقبل میں کسی مسرت کا اِنتظار نہیں رہ سکتا سوائے جبلتوں اور جبلتوں کی خودغرضی اور چھینا جھپٹی کے۔

لٰہذا یہ ریاست کے فیصلہ سازوں اور سوسائٹی کے مؤثر گروہوں کا فرض ہے کہ افراد کو قرآن میں نکاح کے لئے دیئے گئے رشتوں کے چارٹ کو پامال نہ ہونے دیں اور ایسے افراد جو عورتوں کے بیچنے خریدنے اور بیسوا وطوائف گری کا پیشہ بنانے اور آگے بڑھانے میں ملوث ہوتے ہیں وہ معاشرتی زندگی کے حسن وتوازن کو تباہ کرنے یعنی فتنہ وفساد پھیلانے کا باعث بنتے ہیں جس کے لئے قرآن آیات 2:191-193، 5:33، 8:39 میں اُن کے خلاف جنگ اور سزائے موت سناتا ہے مگر ریاست وسوسائٹی اِس طرح کے فتنہ وفساد کی وجوہات کو پہلے ختم کریں ورنہ وہ خود بھی اُسی فتنہ وفساد کو قائم رکھنے میں مددگار ہونے کے جرم میں ملوث گردانی جائیں گی۔

پانچویں شرط:

صدقہ فریضہ یعنی حق مہر لازمی ہے، آیات 2:236-237، 4:4، 4:24۔

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓــًٔا مَّرِیْٓــًٔا (آیت 4:4)

''اور اپنی بیویوں کا مہر کسی معاوضہ کا خیال کیے بغیر اس طرح
دے دیا کرو جس طرح شہد کی مکھی شہد دے دیتی ہے (اس میں
کسی قیمت یا بدل کا خیال تک بھی نہیں آتا۔ اس لئے کہ مہر تو
ایک شیریں تحفہ ہے نہ کہ کسی چیز کا بدلہ)۔ ہاں اگر وہ اپنی خوشی
سے کچھ چھوڑ دیں تو اسے بلا تامل اپنے تصرف میں لا سکتے ہو''۔

آیت 4:4 میں بیویوں کے لئے صَدُقٰتِهِنَّ کا حکم شوہروں کو دیا گیا ہے۔ اِس لفظ کا مادہ (ص دق) ہے۔ صدق، صدیق، صدیقہ، صادق، الصدق، صدقہ جیسے الفاظ اِسی مادہ سے نکلے ہیں۔ بنیادی طور پر یہ لفظ ''سچ کر دِکھانا'' کے معنوں میں اِستعمال ہوتا ہے۔ آیت 10:3 میں یہ لفظ ''جو کچھ عطا کرنا ہے اُسے سچ کر دکھانا'' کے معنوں میں استعمال ہوا ہے یعنی اس آیت میں ہے کہ بنی اسرائیل کو ٹھکانہ عطا کر دیا۔ صدقة کا مطلب مہر کیا جاتا ہے۔ لفظ مہر قرآن میں نہیں ہے مگر اِسے صدقة کے معنوں میں لے لیا گیا ہے۔ بیویوں کے لئے صدقة یعنی مہر کا مطلب ہے اُنہیں شوہروں کی طرف سے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق مالی تحفظ فراہم کرنے کے لئے جو کچھ دینا ہے اُسے دے کر اپنے نکاح کے عقد اور میثاق ہونے کی حقیقت کو سچ کر دکھایا جائے یعنی نکاح کو صدقہ فریضہ سے منسلک کرنے کا مطلب ہے نکاح کو معاشی تحفظ سے منسلک کرنا۔ مہر کا لفظی مطلب ہے محبت یا محبت سے عطا کرنا یعنی مہر کو بوجھ، مجبوری و جبر نہ سمجھا جائے بلکہ محبت بھری معاشی ذمہ داری سمجھا جائے۔

آیات (237-2:236) اور (4:24) میں مہر کے لئے ''فریضة'' کا لفظ

اِستعمال ہوا ہے۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚۖ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًاۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ (آیت 2:236)

''تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ اگر تم نے اپنی (منکوحہ) عورتوں کو ان کے چھونے یا ان کے مہر مقرر کرنے سے بھی پہلے طلاق دے دی ہے (یعنی عدالت نے تمہارے طلاق کے تقاضے پر تمہارے حق میں فیصلہ دے دیا ہے) تو انہیں (ایسی صورت) میں مناسب خرچہ دے دو، فراوانی و وسعت والے پر اس کی حیثیت کے مطابق ہے اور تنگدست پر اس کی حیثیت کے مطابق ہے (تاکہ مطلقہ ہونے کی وجہ سے اس عورت کو جو نقصان پہنچا ہے، اس کی کچھ تلافی ہو جائے)۔ (بہرحال) یہ خرچہ قاعدے قانون کے مطابق دیا جائے گا اور یہ زندگی میں حسن توازن کے لئے تگ و دو کرنے والوں پر لازم ہے (یعنی اہلِ ایمان ہی محسنین ہیں اس لئے ان پر یہ حکم لازم ہے)''۔

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۭ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۭ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (آیت 2:237)

''اور اگر تم نے انہیں چھونے سے پہلے طلاق دے دی (یعنی طلاق کا فیصلہ عدالت نے تمہارے حق میں کر دیا) اور تم ان کا مہر بھی مقرر کر چکے تھے تو اس مہر کا جو تم نے مقرر کیا تھا، نصف دینا ضروری ہے سوائے اس کے کہ وہ اپنا حق خود ہی معاف کر دے (یعنی اگر طلاق کا مطالبہ عورت کی طرف سے ہے اور وہ اپنا حق خود ہی معاف کر دیتی ہے) یا وہ (شوہر) جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے (وہ اسے کھولنا چاہے یعنی طلاق کا مطالبہ اگر شوہر کی طرف سے ہے، تو وہ) معاف کر دے (یعنی بجائے نصف کے وہ پورا ادا کر دے)۔ اور اگر تم معاف کر دو تو یہ تقوی کے قریب ہے۔ اور (یاد رکھو کہ) تم آپس میں ایک دوسرے پر احسان کرنا مت بھولو۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب کچھ اللہ دیکھ رہا ہے''۔

لفظ فــریضۃ کا مادہ (ف ر ض) ہے۔ فرض، فریضہ جیسے الفاظ اِسی سے نکلے ہیں۔ اِس کا بنیادی مطلب ہے ''کسی چیز کے مقرر کردہ حصے کو طے شدہ پیمانے کے مطابق لازمی طور پر ادا کرنا یا نبھانا یا کسی ذمہ داری کو کسی طے شدہ ضابطے کے تحت لازمی طور پر پورا کرنا۔ یعنی فرض کا مطلب ہے کہ ذمہ داری کو طے شدہ پیمانے کے مطابق لازمی طور پر نبھانا۔ لہٰذا قرآن کی آیات (4:24; 4:4; 2:236) اور (2:237) میں صدقہ فریضہ کی اصطلاحات نازل کر کے شوہر پر لازم کر دیا گیا ہے کہ وہ بیوی کو مالی تحفظ

Financial Security اپنی حیثیت کے مطابق مقرر کرکے ادا کرے۔ آیت (2:236) کے مطابق فراوانی و وسعت رکھنے والا شوہر اپنی حیثیت کے مطابق اور تنگ دست شوہر اپنی حیثیت کے مطابق طے کرے اور وہ رقم مہر کے طور پر یعنی صدقہ فریضہ کے طور پر بیوی کی ملکیت میں دے۔ یہ مسلمان مرد وعورت کے نکاح کی لازمی شرط ہے۔

شرط نمبر پانچ کے اہم نکات

1- صدقہ فریضہ یعنی مہر نکاح کی لازمی شرط ہے۔

2- مہر کی رقم حیثیت کے مطابق ہی طے ہونی چاہیئے۔

3- جہیز کے لئے دینے کے بارے میں قرآن نے کوئی حکم نہیں دیا۔ لہٰذا' ایسے اخراجات نکاح کا حصہ نہیں۔

4- صدقہ فریضہ یعنی حق مہر کی (معجّل وغیر معجّل وغیرہ جیسی) کوئی قسم نہیں۔ یہ ایک فرض ہے جو شوہر کو بہر حال نبھانا ہے تاکہ نکاح کو قرآن کی قبولیت حاصل ہو سکے۔

5- صدقہ فریضہ یعنی حق مہر عورت کی قیمت نہیں ہے یہ اللہ کی جانب سے شوہر پر ذمہ داری فرض کی گئی ہے جس کا وہ بیوی کو کبھی بھی احسان نہیں جتلا سکتا اور نہ ہی طعنہ دے سکتا ہے۔

6- شرعی حق مہر کی رقم کا تصور قرآن میں نہیں ہے یہ انسان کا اپنا بنایا ہوا ہے۔ حق مہر کا تعلق صرف شوہر کی مالی حیثیت سے منسلک ہے' آیت 2:236۔

7- بیوی کی طرف سے شوہر کی مالی حیثیت سے زیادہ اُس پر بوجھ ڈالنا قران کی

آیت (2:236) میں دیئے گئے پیمانے کے خلاف ہے۔

8- شوہر، بیوی کو اُس کا حق مہر کسی تلخ احساسات سے نہیں بلکہ حسین جذبات واحساسات کے ساتھ ایک تحفہ کی طرح پیش کردے۔

لہٰذا، ریاست کا فرض ہے کہ قرآن میں دیئے گئے احکام کے مطابق نظامِ نکاح یعنی System of Wedlock تیار کرے تا کہ اہل ایمان اُس کنفیوژن اور اُلجھنوں سے نکل سکیں جنہیں قرآن پر تحقیق نہ کرنے والوں نے طاری کر رکھا ہے اور وراثت در وراثت میں ملنے والے عقائد کو بغیر پر کھے، بغیر سوچے سمجھے صرف ایک دوسرے کو خوش کرنے کے لئے اختیار کر رکھا ہے چاہے اس طرح انسانوں کو اُلجھائے رکھنے سے آیات 65:9-10 کے مطابق اللہ کا عذاب ہی کیوں نہ واجب ہو جائے۔

بہر حال، ریاست کو قرآن کے احکام کے مطابق دُرست اور قابل فہم نکاح نامہ بھی تیار کرنا چاہیئے تا کہ وہ قرآن کے مطابق مستند قرار پائے۔

پانچویں شرط کی اہمیت

نکاح کے لئے قرآن کی دی گئی پانچویں شرط بھی اہم ترین ہے کیونکہ:

1- نکاح شدہ زندگی اپنی ضروریات کے حوالے سے معاشی ذرائع کا تقاضا کرتی ہے اور اِس سلسلے میں نکاح کے وقت ہی شوہر کو احساس دلا دیا جاتا ہے کہ اب جذبات کے ساتھ ساتھ دانش و ذمہ داریاں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

2- عورت نکاح کے وقت ہی اپنے آپ کو معاشی تحفظ میں محسوس کرتی ہے۔

3- صدقہ فریضہ مرد وعورت کو دیگر ایسی بے جا رسموں ورواجوں سے روک دیتا ہے جن پر فضول اخراجات اُٹھائے جاتے ہیں تا کہ وہی اخراجات لڑکی کے لئے بہتر صدقہ فریضہ طے کرنے میں کام آسکیں۔

لہٰذا' خود لڑکے اور لڑکی کو اور اُن کے سر پرستوں کو سمجھنا چاہئے کہ نکاح کے علاوہ سارے کے سارے اخراجات کرنے کی بجائے وہ اگر لڑکی ولڑکے کے معاشی تحفظ میں فراہم کیے جائیں تو نکاح زیادہ حسین اور پائیدار ہو جاتا ہے۔نکاح کے لئے مندرجہ بالا پانچ شرائط کے علاوہ دیگر تمام رسم ورواج قرآن کے احکام کا حصہ نہیں ہیں۔

نکاح نامہ

یہ ایک تجویز ہے جس سے متفق ہونا ضروری نہیں

(نکاح براہِ راست نادرہ (NADRA) کے دفتر میں ہو جہاں مہیا کی گئی معلومات کے مطابق نکاح نمبر دیا جائے اور وہیں شوہر اور بیوی کو نئے شناختی کارڈ میں نکاح نمبر درج کر کے دے دیا جائے اور دونوں کو نکاح نمبر کے مطابق پاسپورٹ دے دیا جائے)۔

1- آغاز

i- تعوذ۔ بسم اللہ۔ سورۃ فاتح۔ سورۃ اخلاص۔ کلمہ طیبہ باری باری دُلہا دُلہن اونچی آواز میں ترجمے کے ساتھ پڑھیں

2- معلومات

i- نام دُلہا و دُلہن شناختی کارڈ نمبر والد کا نام شناختی کارڈ نمبر والدہ کا نام شناختی کارڈ نمبر

ii- تاریخ پیدائش دُلہا و دُلہن ____________________

iii- نکاح سے پہلے کنوارے/ دُلہا و دُلہن/ شادی شدہ/ طلاق یافتہ/ رنڈوے۔

iv- نکاح کے وقت ذریعہ آمدنی و اوسطاً آمدنی ____________________

3- اعلان

i- مَیں اللہ کو گواہ بنا کر یہ اعلان کرتا ہوں/ کرتی ہوں کہ میں ہر طرح کے شرک

سے پاک ہوں کیونکہ مَیں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک تسلیم نہیں کرتا/ تسلیم نہیں کرتی اور نہ ہی اللہ کے اختیار میں کسی کا شریک ہونا تسلیم کرتا ہوں/ کرتی ہوں اور یہ عہد کرتا ہوں/ کرتی ہوں کہ مَیں ہمیشہ اِس عہد پر قائم رہوں گا/ رہوں گی (پہلی شرط۔آیت 2:221)

ii- مَیں اپنی عمر کے لحاظ سے جسمانی و ذہنی طور پر اپنے آپ کو پختہ بالغ سمجھتا / سمجھتی ہوں جس کی وجہ سے مجھے اپنی دانش کے مطابق نیکی اور بدی و غلط اور صحیح کے درمیان فرق کا علم ہے اور احساس ہے (دوسری شرط۔آیت 4:6)

iii- میرے اِس نکاح میں کسی جانب سے بھی میرے ساتھ کوئی جبر، مجبوری، دھوکہ، اِنتقام اور چال و فریب شامل نہیں ہیں۔اس لئے مَیں اپنی بے خوف مرضی کے مطابق یہ نکاح کرر ہا ہوں/ رہی ہوں۔(تیسری شرط۔آیت 4:19)

iv- میرا یہ نکاح جو کہ (نام دلہا/دلہن) کے ساتھ ہو رہا ہے وہ قرآن میں دیئے گئے عین حلال رشتوں کے مطابق ہے (چوتھی شرط۔آیات 25-24-23-4:22)۔

v- میں نے اپنی حیثیت کے مطابق صدقہ فریضہ کے طور پر مبلغ ________ مقرر کیا ہے جسے مَیں نے ادا کر دیا ہے یا ______ تاریخ تک دُلہن کو ادا کر دیا جائے گا (پانچویں شرط۔آیت 4:4)۔

4- عہد

i- مَیں اللہ کو گواہ بنا کر آپ سب کے سامنے یہ عہد کرتا ہوں/ کرتی ہوں کہ مَیں اپنی ذمہ داریاں جن کی آ گاہی قرآن میں دی گئی ہے کے مطابق ہر لحاظ سے

پوری کرنے کی کوشش کروں گا / کروں گی اور ہمیشہ ایک دوسرے کا لباس بن کر رہیں گے' آیت 2:187۔

5- تصدیق

i- دستخط گواہان

گواہ نمبر 1 ________________________

گواہ نمبر 2 ________________________

6- رجسٹریشن

i- نکاح رجسٹر نمبر ________________________

ii- مہر نادرہ ________________________

iii- دلہا/دلہن کے نئے شناختی کارڈ جن پر نادرہ کا نکاح رجسٹریشن نمبر درج ہو۔

(نوٹ: نکاح نامہ کے اِس فارم کو مزید بہتر بھی بنایا جاسکتا ہے)۔

☆......☆......☆

دوسرا باب

طلاق

System of unlocking the wedlock

طلاق ایک سسٹم ہے

قرآن نے شوہر و بیوی کے درمیان طلاق کے لئے پانچ مراحل قائم کیے ہیں جن سے گزر کر ہی طلاق طلاق ہوسکتی ہے ورنہ کوئی بھی طریقہ، کوئی بھی نظریہ یا کوئی بھی عقیدہ جس کے مطابق طلاق پانچ مراحل سے نہیں گزرتی تو قرآن اُسے طلاق تسلیم ہی نہیں کرتا اور شوہر و بیوی، شوہر و بیوی ہی رہتے ہیں چاہے کوئی اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین بار چھوڑ تین کروڑ دفعہ بھی عام لفظوں میں یا قسموں کے ساتھ گواہوں کی موجودگی میں طلاق کہہ دے لکھ دے یا اظہار کردے وہ طلاق طلاق ہی نہیں کیونکہ قرآن کے مطابق طلاق دینے کا اختیار نہ شوہر کے پاس ہے اور نہ ہی بیوی کے پاس یہ ایک معاملہ ہوتا ہے جسے صرف مجاز عدالت ہی طے کرسکتی ہے۔ یہ ہے وہ حقیقت جس کی قرآن آ گاہی دیتا ہے اور جسے کتاب کے اِس حصے میں پیش کردیا گیا ہے۔

اللہ نے شوہر و بیوی کو طلاق کی باقاعدہ اجازت آیت 2:227 میں دے رکھی ہے جو یوں ہے:

وَاِنۡ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ (آیت 2:227)

''اور اگر وہ معاہدۂ نکاح سے آزاد ہو جانے کا فیصلہ کرلیں یعنی

طلاق کا فیصلہ کرلیں، تو یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا اور ہر شے کا علم رکھنے والا ہے (یعنی معاملات کے بگاڑنے یا سنوارنے میں اِنسان کو دھوکہ دیا جا سکتا ہے لیکن اللہ سب کچھ سنتا اور سب کچھ جانتا ہے اسے دھوکہ نہیں دیا جا سکتا)''۔

طلاق انسانی زندگی کے معاملات میں انتہائی سنجیدہ، نازک اور حساس معاملہ ہے جس کی بنیاد پر افراد، نسل اور گھرانے تباہ و برباد بھی ہو سکتے ہیں اور ظلم و جبر و تشدد، دھوکے بازی، گناہ و جرائم، بدسلوکی، بے وفائی، Blackmailing اور بے انصافی کے بُرے اثرات سے محفوظ بھی ہو سکتے ہیں۔ اِسی وجہ سے قرآن نے طلاق کے لئے با قاعدہ ایک لائحہ عمل اور طریقۂ کار دیا ہے یعنی طلاق کے سلسلے میں نوعِ انسان کو ایک Procedural Framework دیا ہے جو واضح اور شفاف ہے۔

طلاق کے معاملات کی بنیاد! اہم نکات!

1- ہر شوہر و بیوی کے تعلقات و معاملات کی نوعیت جدا جدا اور مختلف ہوتی ہے۔ ہر شوہر اور ہر بیوی کی شخصیت اپنی اپنی اور دوسروں سے جدا ہوتی ہے۔ ہر شوہر اور ہر بیوی کا ظاہر و باطن کا ماحول، وراثت، دماغ، دل، مزاج، پسند و ناپسند، تربیت و تعلیم، شکل وصورت، اور اُن کے اثرات جدا جدا اور مختلف ہوتے ہیں۔

2- ہر بیوی و شوہر کے معاشرتی و معاشی حالات جدا جدا اور مختلف ہوتے ہیں۔

3- ہر بیوی و شوہر کی نفسیاتی کیفیات جدا جدا اور مختلف ہوتی ہیں۔

4- ہر بیوی وشوہر کے خاندان کے رویے، سوچ، مجبوریاں، جہالتیں، غفلتیں یا علم وتربیت، تعلیمات، نظریات وغیرہ وغیرہ جدا جدا اور مختلف ہوتے ہیں۔

طلاق کی وجوہات

چنانچہ طلاق کی وجوہات معمولی اور بڑی ہوسکتی ہیں ۔ اِن وجوہات میں: بدصورتی، خاندانی چپقلش، تنگ دستی، بے وفائی، رویے، طریقے، سلوک، بے انصافی، ذمہ داریوں سے مسلسل دُوری وفراریت، بیماری، مداخلت، غربت، احساسات وجذبات میں کمی، خود پسندی، احساسِ کمتری، احساسِ برتری، جواء ونشہ، فحش، زنا، خودغرضی، عادات، جھوٹ، منافقت، مسلسل بے عزتی یعنی عزتِ نفس کی تباہی، ترقیاتی وکلچرل اختلاف، ظلم وتشدد وجبر، دانش وشعور میں اختلاف، مذہبی انتہا پسندی، کاروبار، دولت میں زیادتی، دولت میں کمی، وراثت، حقوق وفرائض سے فراریت، ازدواجی حقوق سے فراریت وغیرہ وغیرہ۔

طلاق کے مراحل کا عرصہ تین باتوں پر مبنی ہے

1- طلاق کی وجوہات کی نوعیت

2- طلاق کی وجوہات کی شدت

3- شوہر اور بیوی میں سے جس کی جانب سے طلاق کا تقاضا ومطالبہ پیدا ہوا ہے اُس کی دوسرے سے نفرت کی شدت کا لیول!

چنانچہ اگر طلاق کی وجوہات کی نوعیت وشدت اور نفرت کا لیول بھی شدید ہے تو طلاق کے مراحل طے ہونے میں زیادہ عرصہ نہیں لگتا اور اگر شدت کم ہے تو اُسی لحاظ

سے عرصے میں کمی یا زیادتی ہوتی ہے لیکن یہ طے ہے کہ طلاق کا فیصلہ کرنے والی عدالت، جج وغیرہ کو ہر صورت ظلم کا حصہ دار نہیں بننا چاہئے اور جلدی یا غیر ضروری تاخیر نہیں کرنی چاہئے کیونکہ عدالت کا رویہ اُن خاندانوں و گھرانوں کی آبادی و بربادی کے ایک ایک لمحے کا تعین کر رہا ہوتا ہے۔ لہٰذا، ایسی عدالتوں کو ان فیصلوں کے لئے آیات (65:8-9-10) کی تنبیہہ کو اپنے ذہنوں میں رچا لینا چاہئے۔ کیونکہ انصاف میں تاخیر انصاف دینے سے انکار ہے جو ججوں کو ان آیات کے مطابق عذاب کا حقدار بنا دیتی ہے چنانچہ جس بیوی یا شوہر نے قطعی فیصلہ کر لیا ہو کہ وہ شوہر اپنی بیوی کے ساتھ یا بیوی اپنے شوہر کے ساتھ کسی صورت نہیں رہ سکتی اور اُس نے علیحدگی کا تہیہ کر لیا ہو تو عدالت اُسے اُس کے شوہر کے ساتھ یا شوہر کو اُس کی بیوی کے ساتھ نباہ کے لئے مجبور نہیں کر سکتی اور اُسے طلاق کا اعلان کرنا پڑتا ہے۔ لیکن عدالت کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ جائزہ لے کہ کیا واقعی ''قطعی فیصلہ یا علیحدگی کا تہیہ'' جیسی شدت اور سچائی موجود ہے یا حالات و واقعات کی وجہ سے اُبال کا عارضی نتیجہ ہے کیونکہ قرآن کی ہر آیت اٹل ہے جس کے مطابق کہ فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔

قرآن کے لفظ آیت کا مادہ (أ ی ی) ہے اور اِس کا بنیادی مطلب ہے اٹل نشانی، اٹل آگاہی، اٹل حکم، اٹل قانون۔ چنانچہ نکاح و طلاق کے بارے میں قرآن کی آیات اٹل احکام واٹل قوانین ہیں یعنی Irrefutable Set of Rules or Regulations ہیں اور یہ تمام انسانوں کے لئے یکساں ہیں خاص کر اُن لوگوں سے یہ آیات وفا کا تقاضا کرتی ہیں جو اِنہیں سچا تسلیم کرتے ہیں۔ نکاح و طلاق کے بارے

میں نازل کردہ قوانین کا مقصد یہ ہے کہ انسان کی جنسی جبلت کو امانت اور ذمہ داریوں میں بدل کر Train, Displinize and Organise کر کے اُس کی ایسی حدود مقرر کر دی جائیں جس سے مسرتوں اور اطمینان سے بھرا بے خوف معاشرہ، سوسائٹی، خاندان اور گھرانہ وجود میں آ سکے۔ یہ قوانین جنسی رویوں کو کنٹرول کرتے ہیں جس کی وجہ سے سوسائٹی کو تحفظ میسر آ جاتا ہے یعنی This System of Rules Protects a Society اور لامحدود تجربات کے بعد آخرکار انسان نے تسلیم کر لیا ہے کہ انسان کے ازدواجی معاملات یعنی نکاح اور طلاق ایک باقاعدہ نظام ہیں یعنی System of Rules ہیں اور یہ کوئی بے معنی، فضول، اور صرف لذت آشنائی والا عمل نہیں بلکہ مکمل طور پر حقوق و فرائض یعنی ذمہ داریوں کا مجموعہ ہے۔

☆......☆......☆

طلاق کے مطالب وتعریف

Meaning and Interpretation of Talaq

طلاق کے لئے انگریزی میں لفظ Divorce اِستعمال ہوتا ہے جسے Latin زبان کے لفظ Divortium سے اخذ کیا گیا ہے اِس کا بنیادی مطلب ہے The legal ending of a marriage مگر بعد میں یہی لفظ فرانسیسی زبان میں Divorce کے طور پر آیا جسے انگریزی زبان نے بھی اختیار کرلیا۔

لیکن طلاق کا لفظ جس کی آ گاہی قرآن نے دی ہے وہ لفظ Divorce سے کہیں زیادہ برتر اور جامع اور Procedural Framework کے طور پر ایک نظام کی حیثیت سے پانچ پہلوؤں پر مشتمل ہے جبکہ لفظ Divorce طلاق کے صرف آخری پہلو یعنی صرف پانچویں شرط کی ہی آ گاہی دیتا ہے۔

1- طلاق کے لفظ کا مادہ (ط ل ق) ہے۔ طلق، طلقت، اطلق، مطلق، طالق مطلقت، مطلقۃ، جیسے الفاظ اِسی مادہ سے نکلے ہیں۔ اور اِن کا بنیادی مطلب ہے ''کسی بندھن سے آزاد ہوجانا یا رہا ہوجانا'' چنانچہ عربی میں اطلق الاسیر اُس قیدی کو کہتے ہیں جسے آزاد یا رہا کردیا گیا ہو۔ اِسی لئے نکاح کے بندھن سے آزاد ہونے یا رہا ہونے کو طلاق کہا جاتا ہے۔

2- لفظ طلاق، طَلَّقَ سے اِسم ہے یعنی Noun ہے جس کا مطلب ہے ''بندھن

سے آزاد کرانا'' یعنی طلاق میاں بیوی کا ذاتی ونجی معاملہ نہیں بلکہ یہ عدل کرنے والی عدالت کا معاملہ ہے کہ وہ نکاح کے بندھن سے آزاد کرائے۔ اور جب طلاق قرآن میں دیئے گئے پانچ مراحل سے گذر کر ممکن ہو جاتی ہے تو اُس وقت لفظ طلاق' لفظ طَلَقَ سے مصدر یعنی Verb کے طور پر سامنے آتا ہے جس کا مطلب ہے ''بندھن سے آزاد ہو جانا''۔

-3 Nikah and Talaq are Fundamental Laws of Metrimonial Life یعنی نکاح اور طلاق مسلمان شوہر اور بیوی کی ازدواجی زندگی کے بنیادی اور اہم ترین قوانین ہیں۔

-4 چنانچہ انسانی زندگی میں ازدواجی زندگی ومعاملات جو کہ تہذیب وتمدن اور معاشرے کے حسن وڈسپلن کی بنیاد ہیں اُن کے بارے میں میاں بیوی کے آپس میں بندھن یعنی Wedlock نکاح اور اِس بندھن سے آزادی یعنی Unlocking the Wedlock کو قرآن نے طلاق قرار دیا ہے (2:230)۔ اور یہ دونوں الفاظ دو اٹل قوانین ہیں جن کی بنیاد پر ازدواجی زندگی کا نظام قائم ہوتا ہے اور دونوں قوانین کے اپنے اپنے تقاضے ہیں جنہیں پورا کیے بغیر نکاح' نکاح نہیں ہوتا اور طلاق' طلاق نہیں ہوتی۔

نظامِ طلاق کا جائزہ

Appraisal of the System of Unlocking the Wedlock

-1 طلاق دو بار ہے (آیت 2:229)

(Talaq can only be for two times in the whole life of wife and husband wherein they can re marry during the period of idat)

قرآن میں قطعی طور پر کوئی ایسی آیت نہیں ہے جس میں یہ کیا گیا ہو کہ اگر مرد تین دفعہ ایک ساتھ طلاق کہہ دیتا ہے یا لکھ کر دے دیتا ہے اظہار کر دیتا ہے تو عورت کو طلاق ہو جاتی ہے۔قرآن کے مطابق اس طرح ہونے والی طلاق، طلاق نہیں ہوتی اِس لئے نکاح برقرار رہتا ہے۔

اِس سلسلے میں آیت (2:229) قرآن میں واحد آیت ہے جس نے طے کر دیا ہے کہ طلاق صرف دو بار ہے یعنی ''الطلاق مرّتن'' اِس کے علاوہ اِس حوالے سے اور کوئی آیت نہیں ہے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّاۤ اَنْ يَّخَافَاۤ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (آیت 2:229)

''(یاد رکھو! کہ مرد اور عورت کی ازدواجی زندگی میں) طلاق دو بار ہے (یعنی دو مرتبہ تو ایسا ہوسکتا ہے کہ 2:228 کے مطابق، وہ طلاق کے بعد، عدت کے دوران میں) پھر سے قانون کے مطابق روک لیں (یعنی آپس میں نکاح کر لیں) یا حسین انداز سے الگ ہو جائیں۔ (لیکن اگر تیسری بار طلاق کی نوبت آ

جائے، تو اس کے بعد وہ ایسا نہیں کر سکیں گے کہ عدت کے دوران
پھر سے آپس میں نکاح کر لیں 2:230)۔ اور (طلاق کی
صورت میں) تمہارے لئے جائز نہیں کہ جو چیزیں تم انہیں دے
چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لو، سوائے اس کے کہ دونوں کو
اندیشہ ہو کہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے (یعنی
اندیشہ ہو کہ لین دین کی بناء پر دونوں کی کشیدگی میں اضافہ ہوتا
جائے گا اور دونوں ایک دوسرے کے حقوق و واجبات ادا نہ کر
سکیں گے)۔ اور پھر تمہیں بھی اندیشہ ہو کہ دونوں اللہ کی حدود کو
قائم نہ رکھ سکیں گے تو (اس صورت) میں ان پر کوئی گناہ نہیں کہ
بیوی (خود) کچھ بدلہ دے کر آزادی لے لے۔ یہ اللہ کی (مقرر
کی ہوئی) حدیں ہیں۔ لہٰذا تم ان سے آگے مت بڑھو اور جو لوگ
اللہ کی حدوں سے تجاوز کرتے ہیں تو وہی ظالم ہیں''۔

آیت 2:229 کیونکہ طلاق کے بارے میں مکمل طور پر ایک قانون فراہم کرنے والی آیت ہے اسی لئے اِس میں درج بنیادی الفاظ و اصطلاحات تحقیق اور طلاق کے ہی سلسلے میں قرآن کے مجموعی سیاق وسباق کے حوالے سے مختلف پہلوؤں کا آپس میں تعلق یعنی Relationship کے جائزے کا تقاضا کرتی ہیں اِن اصطلاحات میں: الطلاق، مرّ تٰن، امساک، تسریح، افتدت اہم ترین ہیں جن کا تجزیہ و جائزہ ضروری ہے جو یوں ہے:

1- ''الطلاق مرتن (2:229)'' میں مرتن کا مادہ (م رر) ہے۔ مرۃ' المر' استمر' مستمر' المرۃ' مرتان' ذومرۃ' مرور جیسے الفاظ اِسی سے نکلے ہیں۔ اِس کا بنیادی مطلب ہے ''ایک حالت سے گذر کر دوسری حالت کی طرف بڑھنا یا ایک منزل سے گذر کر دوسری منزل ک طرف بڑھنا۔ اس طرح بڑھنے کے عمل میں قوت وحرکت وحکمت' جاری رہنا وغیرہ بھی شامل سمجھے جاتے ہیں۔ چنانچہ فی کل مرّۃ ہر بار کو کہتے ہیں۔ المرۃ ایک بار کو کہتے ہیں اور دیئے گئے مطالب کے حوالے سے مرّتٰن یا مرّتان دو بار کو کہتے ہیں اور قرآن میں لفظ صرف مرّتٰن استعمال کیا گیا ہے یعنی طلاق دو بار ہے۔

2- امساک! اِس اصطلاح کا مادہ (م س ک) ہے قرآن میں ہے کہ فَكُلُوا مِمَّآ اَمۡسَكۡنَ عَلَيۡكُمۡ یعنی جس شکار کو وہ تمہارے لئے پکڑ رکھیں اُس میں سے کھاؤ' آیت 5:4۔ اِس آیت میں امسک کا مطلب ہے پکڑ رکھنا' روک رکھنا۔ چنانچہ آیت 2:229 میں فامسک بمعروف میں بھی یہ نہیں کہا گیا کہ طلاق کا فیصلہ ہو جانے کے بعد شوہر اپنی بیوی کو روک لے یعنی دوبارہ اُس سے نکاح کر لے یا بیوی اپنے شوہر کو روک لے یعنی دوبارہ اُس سے نکاح کر لے یعنی شوہر یا بیوی کو مخاطب نہیں کیا گیا اِس سے ثابت یہ ہوتا ہے کہ اگر طلاق کا مطالبہ شوہر کی طرف سے ہے اور آیت 65:1 کے مطابق عدالت طلاق کا اعلان کر دیتی ہے تو یہ طلاق شوہر کی طرف سے ہے یعنی شوہر نے بیوی کو طلاق دی اور شوہر کو چاہئے کہ عدت کے دوران آیت 2:232 کے

مطابق طلاق شدہ بیوی کو روک لے یعنی اُس سے دوبارہ نکاح کر لے لیکن اگر شوہر نہیں چاہتا تو نہ روکے کیونکہ بیوی زبردستی تو اُس کے ساتھ رہ نہیں سکتی اِس صورت میں شوہر کی طرف سے عدت گزر جانے کے بعد طلاق مکمل ہو جائے گی۔ بالکل اِسی طرح اگر طلاق کا مطالبہ بیوی کی طرف سے تھا اور جیسا کہ اِسی آیت 2:229 میں افتدت کی اصطلاح سے ظاہر ہے اور عدالت طلاق کا اعلان کر دیتی ہے تو اِس کا مطلب ہے عورت نے شوہر کو طلاق دی چنانچہ عدت کے دوران آیت 2:229 کے مطابق طلاق کا اعلان ہو جانے کے بعد اگر بیوی اپنے شوہر کو روکنا چاہتی ہے اور شوہر بھی مان جاتا ہے تو دونوں پھر سے نکاح کر سکتے ہیں لیکن اگر دونوں رضا مند نہیں یا دونوں میں کوئی ایک رضا مند نہیں تو دونوں ایک دوسرے کے لئے سابقہ میاں بیوی ہو جائیں گے۔

3- تسریح! کی اصطلاح کا مادہ (س رح) ہے اور اِس کا بنیادی مطلب ہے کھلا چھوڑ دینا' آزاد کر دینا' رخصت کر دینا' چل پڑنا۔ اِس آیت میں تسریح باحسان کا مطلب ہے کہ ''بہترین توازن کے ساتھ رخصت کر دو'' یعنی طلاق کے بعد عدت کے دوران آیت 2:230 کے مطابق اگر بیوی یا شوہر یا دونوں پھر سے نکاح نہیں کرنا چاہتے تو پھر جس کی طرف سے طلاق کا مطالبہ تھا وہ بہترین توازن کے ساتھ ایک دوسرے سے رخصت ہو جائیں یا دوسرے کو رخصت کر دیں۔ ''تسریح باحسان'' میں بھی یہ نہیں کہا گیا کہ شوہر طلاق کے

بعد بیوی کو رخصت کر دے اور یہ بھی نہیں کہا گیا کہ بیوی طلاق کے بعد شوہر کو رخصت کر دے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے طلاق دی ہو وہ دوسرے کو اگر نہیں روکنا چاہتا تو وہ حسین طریقے سے اُسے جانے دے۔

4- افتدت ! کی اصطلاح کا مادہ (ف د ی) ہے اِس کا بنیادی مطلب ہے مال کے عوض مصیبت سے بچا لینا۔ لفظ فدیہ بھی اِسی مادہ سے نکلا ہے کیونکہ شوہر کے ذمہ حق مہر ہوتا ہے جو اُس نے بیوی کو ادا کیا ہوتا ہے اور عمومی طور پر شوہر نے قوّ مون کی حیثیت سے ممکن ہے کچھ زیادہ دیا ہو یا کچھ بھی شوہر کی طرف سے بیوی کو مالی طور پر میسر آ چکا ہو تو اس طرح کی وجوہات کے پیش نظر اِس آیت 2:229 میں بیوی کے نکاح کے بندھن سے آزاد ہونے کے لئے افتدت کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے تا کہ لین دین اگر رکاوٹ بن رہا ہے تو بیوی اِسے طے کر کے نکاح کے بندھن سے آزاد ہو سکتی ہے یعنی طلاق دے سکتی ہے۔ افتدت کوئی با قاعدہ شرط نہیں بلکہ یہ ایک گنجائش ہے اور معاملات کو رکاوٹوں سے پاک کرنے کے لئے لین دین کی بنیاد پر معاملہ طے کر لینے کے لئے قرآن نے میاں بیوی کو ایک طریقے سلیقے سے آگاہ کیا ہے۔

الطلاق مرّتٰن یعنی طلاق دو بار ہے' سے کیا مراد ہے

الطلاق مرّتٰن یعنی طلاق دو بار سے مراد ہے اپنی ساری زندگی میں نکاح کے بندھن سے آزاد ہونے کے لئے جو طلاق کی رعایت دی گئی ہے تو اِس رعایت سے دو بار فائدہ اُٹھانا یعنی طلاق کے پانچ مراحل سے گذر کر جب عدالت طلاق کا اعلان

کر دیتی ہے اور عورت کی عدت شروع ہو جاتی ہے تو میاں بیوی پھر سے اس عدت کے دوران آپس میں نکاح کر سکتے ہیں۔ اِس طرح اُس میاں بیوی کے درمیان یہ دوسرا نکاح ہوگا مگر طلاق ایک بار گنی جائے گی۔اسی طرح اگر زندگی میں پھر طلاق کے حالات پیدا ہوتے ہیں اور پھر سے طلاق کے پانچ مراحل سے گذر کر عدالت طلاق کے فیصلے کا اعلان کر دیتی ہے اور عورت کی عدت شروع ہو جاتی ہے تو میاں بیوی اُس عدت کے دورن پھر سے نکاح کر سکتے ہیں' اور یہ نکاح تیسرا ہوگا مگر طلاق دوسری بار گنی جائے گی یہ ہے الطلاق مرّتٰن یعنی دو بار طلاق کا مطلب۔ اب زندگی میں اگر پھر طلاق کے حالات پیدا ہوتے ہیں اور طلاق اپنے پانچوں مراحل سے گذر کر عدالت طلاق کے فیصلے کا اعلان کر دیتی ہے اور عورت کی عدت شروع ہو جاتی ہے تو اب اِس عدت کے دوران میاں بیوی آپس میں نکاح نہیں کر سکتے۔ اِس سلسلے میں قرآن کی آیت (2:232) اور آیت (65:2) کا بار بار مطالعہ فرمائیں تا کہ اللہ کا (2:229) میں دیا گیا حکم پڑھنے والے پر واضع ہو جائے۔

لٰہذا' آیات (2:229)' (2:231)' (2:232)' (65:1)' (65:2)' (2:228)' (58:1) کا بار بار مطالعہ کرنے سے پڑھنے والے پر طلاق کے بارے میں اللہ کے احکام واضع ہو جاتے ہیں جن سے مندرجہ ذیل آہم نکات سامنے آتے ہیں:

1- جب مجاز عدالت طلاق کے فیصلے کا اعلان کر دیتی ہے اور عورت کی عدت شروع ہو جاتی ہے اور دونوں یعنی شوہر اور بیوی پھر سے آپس میں میاں بیوی کی طرح رہنا نہیں چاہتے اور وہ عدت کے دوران نکاح نہیں کرتے تو اُن کی

طلاق نا قابل واپسی ہو جائے گی یعنی شوہر اب سابقہ شوہر اور بیوی اب سابقہ بیوی ہوں گے اور اُن کا آپس میں ازدواجی تعلق ختم ہو جائے گا۔

2- لیکن اگر میاں بیوی طلاق کی عدت کے دوران آپس میں پھر سے نکاح کرنا چاہتے ہیں تو کسی شخص کو اُن میں رکاوٹ نہیں بننا چاہئے۔ اگر کوئی ایسا کرے گا تو وہ آیت (65:8) کے تحت سخت عذاب کا حقدار ہوگا یا آیت (2:231) کے تحت وہ اللہ کے احکام کو مذاق بنانے کا مرتکب ہوگا۔

3- آیت (58:1) کے مطابق بیوی' عدالت میں خود اپنا معاملہ پیش کرے اور اُسے ثابت کرے ایسے ہی شوہر کو بھی اپنا معاملہ خود عدالت میں پیش کرنا چاہے کیونکہ آیت (2:228) کے مطابق طلاق کے سلسلے میں بھی شوہر اور بیوی کے ایک جیسے حقوق ہیں۔

الطلاق مرّتٰن کے اہم نکات واصول

1- اِس آیت کے عربی متن یا ٹیکسٹ کے کسی لفظ میں یہ نہیں کہا گیا کہ مرد طلاق دو بار دے سکتا ہے یا عورت دو بار طلاق دے سکتی ہے یعنی طلاق کا حق نہ مرد کو دیا گیا ہے نہ عورت کو۔

2- اِس آیت میں ''طلاق'' شوہر یا بیوی کی طرف سے تقاضے یا مطالبے کے طور پر سامنے آتی ہے اُن کے اختیار کے طور پر سامنے نہیں آتی کیونکہ آیت میں صرف اتنا کہا گیا ہے کہ طلاق دو بار ہے۔

3- اِسی آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر شوہر طلاق کا ارادہ کرتا ہے (2:227) تو

طلاق کے باوجود شوہر اپنی بیوی کو روک سکتا ہے یعنی پھر سے نکاح کر سکتا ہے۔

4- اِسی آیت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ بیوی اگر طلاق کا ارادہ کرتی ہے (2:227) اور معاملہ کسی لین دین پر رُکتا ہے تو بیوی کچھ بدلہ دے کر طلاق مکمل کر سکتی ہے۔

5- اِس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ طلاق کا ارادہ چاہے مرد کی طرف سے ہو یا طلاق کا ارادہ چاہے عورت کی طرف سے تو وہ طلاق کا ایک مطالبہ ہے جسے آگے چل کر آیات 4:34 اور 4:35 کے مطابق پایہ تکمیل تک پہنچنا ہے۔

6- چنانچہ ایسی تمام روایات، حکایات، واقعات جو آیت (2:229) کے برعکس دو بار کی بجائے کم یا زیادہ بار کا حکم دیتی ہیں تو وہ قابل عمل نہیں کیونکہ وہ آیت کے خلاف ہیں اس لئے درست نہیں۔ اور اگر ایسی کوئی حدیث ہے جو اس آیت کے برعکس ہے تو وہ ضعیف اور تحقیق طلب ہے اور اِس سلسلے میں کسی کا بھی اگر ایسا فتویٰ، فقہ، نظریہ، رائے، اجماع، قیاس ہے جو آیت 2:229 کے حکم کو کم یا زیادہ کرنے یا مسخ کرنے کا باعث بنتا ہے تو وہ بے حیثیت، غیر اہم، بے معنیٰ اور اُمت ِ اسلامیہ کے لئے ناقابل قبول ہے کیونکہ آیات (69:44-46) میں اللہ نے حضرت محمد ﷺ کو بھی اجازت نہیں دی کہ اپنی طرف سے کوئی بات بنا کر اللہ سے منسوب کر دیں اِسی لئے آپ ﷺ قرآن میں دیئے گئے احکام وقوانین کو تبدیل نہیں کر سکتے تھے۔ لہٰذا، ایسی تمام احادیث جو قرآن کے احکام وقوانین کے خلاف ہیں مگر جنہیں بعد کے لوگوں نے بغیر تحقیق کے آخری نبی وآخری رسول ﷺ کی ذاتِ اقدس سے منسلک

کرر کھا ہے تو وہ ضعیف اور تحقیق طلب ہیں اور وہ قرآن کے احکام وقوانین کی تشریح وتفصیل کے لئے اختیار نہیں کی جاسکتیں البتہ ایسی تمام احادیثِ مبارکہ جو قرآن کے احکام وقوانین کا اُن کے سیاق وسباق کے اندر اندر جائزہ وتجزیہ فراہم کرتی ہیں اور قرآن کے احکام وقوانین میں قطعی طور پر کوئی کمی یا زیادتی نہیں کرتیں تو صرف اُن سے ضرورت کے مطابق یقیناً استفادہ کر لینا چاہئے۔ چنانچہ نکاح وطلاق کے سلسلے میں قرآن کے دیئے گئے احکام وقوانین نہایت واضع اور آخری ہیں جنہیں اختیار کر کے آسانیوں اور اطمینان کی طرف بڑھا جاسکتا ہے۔

قرآن کے مطابق طلاق کے پانچ مراحل

آیات (4:34-35)، (58:1)، (65:1) کے مطابق طلاق کا فیصلہ مجموعی طور پر پانچ مراحل سے گذارنا چاہیئے کیونکہ یہ مراحل اللہ کے احکام ہیں جنہیں نظر انداز کر کے طلاق کا فیصلہ کر دینا دراصل آیت (2:231) کے مطابق اللہ کے احکام کا مذاق اُڑانے کے مترادف ہے اور اِن آیات میں دیئے گئے اللہ کے احکامات کے برعکس اپنی مرضی کے مطابق طلاق کے فیصلے کرنا اللہ کی اُس سزا کو دعوت دینا ہے جو آیات 65:8-9-10-11 میں بتائی گئی ہے۔ چنانچہ اگر طلاق کو قرآن میں دیئے گئے پانچ مراحل سے نہیں گذارا جاتا تو وہ طلاق ہی نہیں کیونکہ اُسے قرآن کی قبولیت حاصل نہیں ہے۔ یہ پانچوں مراحل معاشرتی، نفسیاتی، معاشی وجسمانی طور پر اِس قدر اہم حقائق پر مبنی ہیں کہ عقل انسانی جب جب ان کی گہرائیوں میں اُترتی ہے تو اُسے زندگی اور شخصیت کے ایسے گوشے نظر آتے ہیں کہ جو طلاق کے حوالے سے قرآن سے باہر کے نظریات میں نہیں ملتے۔ بہرحال، طلاق کے پانچ مراحل مندرجہ ذیل ہیں:

پہلا مرحلہ

فعظوھن۔یصلحا (آیات 4:34, 4:128)

آیت (4:34) کے مطابق اگر میاں بیوی کے درمیان ایسے حالات پیدا ہو جائیں جو طلاق تک لے جاسکتے ہوں تو پہلے مرحلے میں وعظ سے کام لیا جائے یعنی

اس طرح خیر کی باتیں بیان کرنا جس سے دل میں نرمی پیدا ہوجائے اور حالات دُرست جانب جاسکیں۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِىْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا (آیت 4:34)

’’(شادی شدہ زندگی کے معاملات کے بارے میں ایک اور اصول یاد رکھو کہ عمومی طور پر) مرد عورتوں کے اوپر ’’گھر کے معاملات کو درست حالت میں چلانے اور اس کی حفاظت و نگہبانی کرنے اوراس کی ضروریات مہیا کرنے کے ذمہ دار ہیں (قوّمون)۔لہٰذا، یہ وہ وجہ ہے کہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اوراس وجہ سے کہ وہ اپنے مالوں کو کھلا رکھتے ہیں (تاکہ اہلِ خانہ کی ضرورتیں پوری ہوں)۔(یعنی اگر قومون مرد ہے تو ذمہ داریاں پوری کرنے کے فرائض کے لحاظ سے فضیلت اُسے حاصل ہوگی اور اگر قوّمون عورت ہے تو ذمہ داریوں کا یہ فرض نبھانے کی فضیلت اُسے حاصل ہوگی۔اِسی لئے آیت میں بعض کو بعض پر یا ایک کو دوسرے پر فضیلت کے الفاظ دیے گئے ہیں۔ یہ نہیں کہا گیا کہ مرد کو عورت پر یا عورت کو

مرد پر فضیلت ہے)۔ چنانچہ عورتیں بھی غلط راستوں سے بچتے
ہوئے درست راستے پر چلتے ہوئے سنورنے سنوارنے والی
ہوتی ہیں، وہ تکبر کرنے والی نہیں بلکہ عاجزی پسند ہوتی ہیں، وہ
(شوہروں کی) عدم موجودگی میں اپنے آپ کو اللہ کی حفاظت
میں دیتے ہوئے (شوہروں کے حقوق کی) حفاظت کرتی ہیں
(یہ ہیں تین حسین ومحترم خطابات جن سے اللہ نے عورتوں کو
نوازا ہے یعنی الصٰلحت ۔قٰنتٰت اور حٰفظٰت)۔(ان کے برعکس)
ایسی عورتیں (یعنی ایسی بیویاں) جن سے تمہیں خوف ہو کہ وہ
اپنی سرکشی کی بناء پر (پہلے بتلائی گئی عورتوں سے الٹ رویے
اختیار کریں گی تو پہلے مرحلے میں) انہیں نصیحت کرو اور (اگر وہ
باز نہ آئیں تو دوسرے مرحلے میں) اپنی خوابگاہ میں ان سے
علیحدہ رہو اور (اگر وہ پھر بھی باز نہ آئیں تو تیسرے مرحلے
میں) اُنہیں مثالوں سے سمجھا دو کہ ہماری یہ کشمکش ہمیں ایک
دوسرے سے علیحدگی تک لے آئی ہے۔ اس کے بعد اگر وہ
تمہارے (درست طریقوں اور جائز خواہشات کے مطابق)
فرماں برداری اختیار کرلیتی ہیں تو پھر ان پر (ظلم کا) کوئی راستہ
نہ تلاش کرو ۔ (یادرکھو کہ) حقیقت یہ ہے کہ اللہ اعلیٰ سے اعلیٰ
اور بڑے سے بڑا ہے (اس لئے اس کے احکام کی خلاف ورزی

کر کے تم اس سے بچ نہیں سکتے)''۔

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا (آیت 4:128)

''اور (جو عورتیں سرکشی پر اتر آئیں تو ان کے متعلق 4:34 میں حکم دیا جا چکا ہے۔ اس کے برعکس) اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی طرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا خوف رکھتی ہو تو اس میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ آپس میں کسی مناسب بات پر صلح کی بات طے کر لیں۔ اور صلح اچھی چیز ہے۔ (مصالحت کے معاملہ میں عام طور پر لین دین کا سوال رکاوٹ بن جاتا ہے اور معاملات سلجھنے نہیں پاتے۔ اس لئے کہ انسان کی) طبیعت میں بخل ہوتا ہے لیکن اگر تم (اس جذبہ پر قابو پا کر) حُسنِ سلوک سے کام لو اور تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام سے چمٹے رہو (تو نتائج بھی حسین و خوشگوار نکلیں گے) کیونکہ یقیناً اللہ تمہارے اس طرزِ عمل سے بے خبر نہ ہو گا''۔

(**نوٹ**: آیت 4:34 میں یہ آگاہی دی گئی ہے کہ اگر بیوی سرکش و نافرمان ہو تو اُس سے تعلقات کے معاملات میں کیا طریقے سلیقے اختیار کیے جانے چاہییں جبکہ اس آیت 4:128 میں یہ آگاہی دی گئی ہے کہ اگر شوہر بیوی کے ساتھ زیادتی و بے رغبتی کر رہا ہو تو اِس کے لئے آیت کا ایک مفہوم تو یہ ہے

کہ جھگڑوں میں پڑے رہنے سے بہتر ہے کہ بیوی صلح مند طریقے سے علیحدگی اختیار کر لے اور اِس سلسلے میں لین دین کے معاملات کو کنجوسی کی نظر نہ ہونے دے تاکہ معاملات صلح مند طریقے سے طے پا جائیں کیونکہ صلح مند طریقے سے معاملات کا طے پا جانا جھگڑتے رہنے سے یا جھگڑوں کی بنیاد پر معاملات کے طے پانے سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ البتہ بعض مفسرین اِسی آیت 4:128 کا مفہوم یہ لیتے ہیں کہ جس بیوی کو اپنے شوہر سے زیادتی یا بے رغبتی کا خوف ہو تو میاں بیوی آپس میں صلح کر لیں کیونکہ صلح زیادتی و بے رغبتی سے بہتر ہے)۔

آیت 4:34 میں لفظ **فعظوھن** کا مادہ (و ع ظ) ہے اور اِس کا بنیادہ مطلب ہے کسی عمل، کیفیت، اظہار یا کام کے اچھے یا برے نتائج کے بارے میں اس لئے اور اس طرح گفتگو کرنا کہ متعلقہ شخص بہتر احساسات کے ساتھ اُسے قبول کر لے اور اختیار کر لے۔ آیت (10:57) میں قرآن کو **موعظة من ربکم** کہا گیا ہے یعنی اچھے اور برے نتائج سے آگاہ کر کے دُرست راہ کی جانب بلانے والا۔ بہرحال، موعظۃ کا لفظ قرآن میں کئی بار آیا ہے۔

یہ مرحلہ میاں بیوی کے عمومی اختلافات کو دُرست کرنے کے لئے نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہ مرحلہ میاں بیوی کے درمیان Understanding یعنی ایک دوسرے کے احساسات، جذبات، مجبوریوں، خامیوں، ارادوں، طریقوں، عادات کو صحیح طور پر سمجھنے اور غلط فہمیوں کو دُور کرنے کا مرحلہ ہے۔ اِس مرحلے میں ضروری ہے کہ میاں اپنا موقف بیان کرے اور جواب میں بیوی اپنا موقف بیان کرے۔ اِس مرحلے میں گفتگو سے مسائل کا حل تلاش نہ کرنا اور خاموش رہ کر اپنا موقف بیان نہ کرنا یعنی

Dialogue, Discussion, or Advice کا طریقہ اختیار نہ کرنا اللہ کے اِس حکم کے خلاف ہے۔ ضروری ہے کہ میاں اپنی بیوی کو اپنی اختلافی سوچ یا اختلافات سے آگاہ کرے تا کہ اُسے سنورنے کا موقع ملے یا اُسے اپنا مؤقف پیش کرنے کا موقع ملے۔ پہلا مرحلہ صرف تنبیہہ کرنے کا ہے یعنی جو غلط فہمیاں، شکوک، تلخیاں یا گِلے شکوے پیدا ہو رہے ہیں اگر وہ قائم رہے تو حالات آبادی کی بجائے بربادی کی طرف جا سکتے ہیں۔

پہلا مرحلہ کیوں لازم ہے؟

Why the First Step is an integral Part of Talaq پہلا مرحلہ مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر لازم ہونے کی تصدیق کرتا ہے:۔

1- کوئی بھی اچانک اُبھرنے والا واقعہ، حالات، کیفیت، سازش، کوتاہی، خطا، غلطی، کمی، کمزوری، لاپرواہی، غیر ذمہ داری، مجبوری، مزاح، شرارت، جرم، نقصان، غیبت، چغلی، جھوٹ، پردہ پوشی وغیرہ بے اعتمادی، شکوک، الجھنوں اور دلوں کی دوری پیدا کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔ یہ مرحلہ شوہر یا بیوی کو بھڑکنے سے محفوظ رکھتا ہے۔ یعنی اگر کوئی شکایت پیدا ہوتی ہے تو بجائے بھڑکنے کے اپنا نکتہ نظر واضع کر کے نصیحت یعنی واعظ کر دی جائے۔ کیونکہ یہ آیت 4:34 بھڑک کر حالات کو منتشر کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔

2- آیت 4:1 میں ہے کہ اگر تم اپنے خاندانی رشتے استوار کرتے ہو تو اللہ تمہاری نگرانی اور نگہبانی کرتا ہے۔ یعنی اگر اِرادہ یہ ہے کہ خاندانی رشتے قائم رہیں تو

اللہ کے قوانین کے مددگار ہونے کی امید کی جاسکتی ہے یعنی وہ حالت یا حالات جو طلاق کی وجہ بن سکتے ہیں تو اُنہیں واعظ سے دُرست کرنا مہذب ہونے کی دلیل پیدا کرتا ہے۔ واعظ سے مراد مذہبی پیشواؤں جیسی واعظ نہیں بلکہ اُن تلخ حالات کی جانب توجہ دلانا ہے جو آگے چل کر طلاق کے دوسرے مراحل میں داخل کرواسکتے ہیں۔

-3 آیت 11:114 میں ہے کہ نیکی برائی کو ختم کرنے والی ہوتی ہے یعنی دُرستگی نادُرستگی کو ختم کرتی ہے یعنی یہ مرحلہ معذرت، معافی وتوبہ وغیرہ کی شروع ہی سے گنجائش پیدا کرنے والا ہے تاکہ فرد کی یا حالات کی دُرست جانب واپسی ہوسکے۔

دوسرا مرحلہ

اھجروھن فی المضاجع (آیت 4:34)

یہ دوسرا مرحلہ ہے جسے اختیار کرنا ہوتا ہے۔ اِس مرحلہ میں میاں اپنی خواب گاہ علیحدہ کرلیتا ہے، نتیجہ میں بیوی خود بخود علیحدہ خواب گاہ میں ہوجاتی ہے یعنی ازدواجی تعلقات میں عارضی علیحدگی اختیار کرلیتی ہے۔ یہ مرحلہ نفسیاتی طور پر دونوں کو اپنے احساسات وجذبات ٹٹولنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے اور دونوں کو اپنے ختلافات کی نوعیت وبنیادیں سمجھنے کی جانب مائل کرتا ہے۔

لفظ اھجر وھن کا مادہ (ھ ج ر) ہے۔ اِس کا بنیادی مطلب ہے: جدا کردینا، الگ ہوجانا۔ مھاجر، ھجرت، مھجور، ھجرۃ جیسے الفاظ اِسی سے نکلے ہیں۔

لفظ المضاجع کا مادہ (ض ج ع) ہے۔ اِس کا بنیادی مطلب ہے پہلو رکھنے یا لیٹنے کی جگہ یعنی خواب گاہ یا ہم بستر ہونا۔ بہرحال' طلاق کے فیصلے سے پہلے اِس مرحلے سے گذرنا بھی لازم ہے تاکہ اِس مرحلے میں احساسات میں نرمی کا امکان پیدا ہو۔

دوسرا مرحلہ کیوں ضروری ہے!

Why The Second Step is an Integral Part of Talaq

خواب گاہ علیحدہ کر لینے کا مرحلہ مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر لازم محسوس ہوتا ہے:

1- خواب گاہ علیحدہ کر لینے سے میاں اور بیوی کو نئے سِرے سے اپنے اپنے جذبات واحساسات کوٹٹولنے کا موقع ملتا ہے جس کی وجہ سے طلاق وعلیحدگی کے مواقع کم ہو سکتے ہیں۔

2- خواب گاہ کی علیحدگی زندگی کے آنے والے زمانوں کے بارے میں اندیشوں کا تجزیہ کرنا سکھاتی ہے۔

3- خواب گاہ کی علیحدگی ایک دوسرے کی خطاؤں کو سمجھنے یا اُن کو معاف کرنے کی گنجائش پیدا کرسکتی ہے۔

تیسرا مرحلہ

اضربوھن۔(آیت 4:34)

یہ وہ مرحلہ وار آخری کوشش ہے جس کا مطلب ہے گھر کا معاملہ گھر میں ہی رہے اور اختلافات چوتھے مرحلے میں داخل نہ ہوں۔ یعنی جب پہلے دونوں مراحل ناکام ہوجاتے ہیں تو یہ مرحلہ میاں بیوی کے درمیان ایسے ماحول کا تقاضا کرتا ہے جس میں

مثالوں اور دلائل سے کام لیا جائے یعنی اِس مرحلے میں میاں اور بیوی بذاتِ خود آپس میں ایک دوسرے کے لئے جج کی حیثیت اور وکیل کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں تا کہ معاملات و وجوہات کا منطقی تجزیہ Rationalised ہو سکے' اِسے اضربوھن کا مرحلہ کہا جاتا ہے۔ اِس مرحلے میں زیادہ سے زیادہ مثالوں کے ذریعے ثابت کرنے کی کوشش کی جائے کہ جن لوگوں نے طلاق کا راستہ اختیار کیا تو اُنہیں کن حالات سے گذرنا پڑا یا جنہوں نے اختلافات کی بنیاد کو قائم رکھا تو وہ کون سی کیفیات کا شکار ہوئے۔ یعنی گھر کی چار دیواری کے اندر میاں بیوی کے خالصتاً اپنے درمیان اختلافات کو ختم کرنے کا یہ آخری مرحلہ ہے کیونکہ اِس کے بعد بات دونوں خاندانوں کو پیش کر دینے کا حکم ہے۔ مرحلہ 1 اور مرحلہ 3 میں بنیادی فرق یہ ہے کہ پہلے مرحلہ میں صرف اپنی شکایت سے آگاہ کیا جاتا ہے اور تنبیہ کر دی جاتی ہے جبکہ تیسرے مرحلے میں مثالوں اور دلائل سے اختلافات کی بنیاد کو اور اُن کے نتائج کو ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

لفظ اضــربـوھن کا مادہ (ض ر ب) ہے۔ اِس کا بنیادی مطلب ہے مثالوں اور دلائل کی مار دینا یعنی ٹھوس اور دُرست مثالوں کے ذریعے اپنے موقف کو اِس طرح ثابت کر دینا کہ دوسرا بے بس ہو جائے یعنی لا جواب ہو جائے۔ اِس میں دلائل' مثالیں اور مثالوں کو ثابت کرنے کے لئے ثبوت بھی شامل ہیں۔

چنانچہ جو مفسرین اس مرحلے میں اضــربـوھـن کا مطلب بیوی کی پٹائی کرنا اور اُسے مارنا لیتے ہیں تو یہ دُرست نہیں ہے۔ یہ اُن کا ذاتی نظریہ تو ہو سکتا ہے مگر یہ قرآن کا منشا نہیں ہے۔ یعنی عورت کو مار مار کر اور اُس کی پٹائی کر کے اُسے جو شوہر اپنے ساتھ

رہنے پر مجبور کرتا ہے تو کیا یہ عدل کی بنیاد فراہم کرتا ہے یا اگر کوئی بیوی اپنے شوہر کی پٹائی کروا کروا کر اُسے اپنے ساتھ رہنے پر مجبور کرتی ہے تو کیا یہ سب ''یضرب'' کے زُمرے میں آتا ہے! نہیں! ایسا نہیں ہے۔ لہٰذا' یضرب کا مطلب ہے مثالیں دے کر سمجھانا خاص کر جب حالات طلاق کی جانب بڑھ رہے ہوں کیونکہ اگر اضربوھن کا مطلب مارنا لیا جائے تو بجائے بیوی کو مثالوں' دلائل وثبوتوں سے سمجھانے کے مارنا شروع کر دیا جائے تو اگر اُس نے طلاق کا تقاضا نہیں بھی کرنا تو اب کرنے لگ جائے گی جبکہ اللہ کی رہنمائی یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو میاں بیوی طلاق سے علیحدہ ہو جانے کی بجائے سمجھنے سمجھانے اور اختلافات پر قابو پا لینے کی کوشش کر دیکھیں۔ اِسی لئے آیات (4:34) اور (4:35) اور (65:1) میں طلاق کے مراحل کے احکام نازل ہوئے۔ ایک لمحے کے لئے مزید سوچئے کہ اگر کسی بیوی کی جانب سے طلاق کا تقاضا ہی اس لئے ہے کہ اُس کا شوہر اُسے مارتا ہے اور اُس پر جبر وتشدد کرتا ہے تو کیا یہ تیسرا مرحلہ یہ کہتا ہے کہ اُسے اور مارو! نہیں' ایسا نہیں ہے! ضرب کا مطلب ڈھالنا بھی لیا جاتا ہے۔ الضرب اور لضرب' مثل اور مشابہ کو کہتے ہیں کیونکہ اِس میں ایک بات دوسری بات کے قالب میں ڈھالی جاتی ہے۔ آیت (36:13) میں ہے واضرب لھم مثلاً یعنی اُن کے لئے ایک مثال بیان کرو۔ آیت (43:58) میں ہے ''ماضربوہ لک الا جدلاً۔ یعنی یہ لوگ جو جھگڑا کرنے والے ہیں وہ مثال دے کر بات نہیں سمجھاتے بلکہ آپ ﷺ سے محض جھگڑا کرتے ہیں۔ بہر حال' مندرجہ بالا آیات کی روشنی میں اضربوھن کا مطلب مثالیں دے کر سمجھانا لیا گیا ہے۔

طلاق کے لئے تیسرا مرحلہ کیوں ضروری ہے؟

Why The Third Step is an Integral Part of Talaq

مندرجہ ذیل وجوہات ثابت کرتی ہیں کہ تیسرا مرحلہ طلاق کے لئے کیوں لازمی ہے:

1- قرآن کی آیت 2:187 کے حوالے سے نکاح اپنے لفظی مطلب سے ہی شوہر اور بیوی سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کا لباس بنیں یعنی دونوں ایک دوسرے میں ظاہری اور باطنی طور پر جذب ہوجائیں۔ لیکن طلاق تک لے جانے والے اختلافات یا وجوہات اِس لباس کو پھاڑ دینے کا باعث بنتی ہیں چنانچہ اِس لباس کو سینے کے لئے Understanding کو بڑھانا ضروری ہے اور اِس سلسلے میں ہر دُرست مثال یا دُرست دلیل ایک لحاظ سے پھٹے ہوئے لباس میں ایک ٹانکا ہے یعنی اُسے سینے کا باعث بنتی ہے۔ چنانچہ یہ مرحلہ اختلافات کا تجزیہ کرنے کے لئے ہے یعنی پہلا مرحلہ جو فعضوھن کا ہے وہ صرف تنبیہہ Warning کا ہے اور تیسرا مرحلہ جو اضربوھن کا ہے وہ مثالوں کی بنیاد پر حالات' اختلافات اور اپنی اپنی شخصیتوں کی کمزوریوں یا خطاؤں کے تجزیہ کرنے کا مرحلہ ہے۔ لہٰذا' وہ لوگ جو اضربوھن کا مطلب عورت کو مارنا لیتے ہیں اُن کے لئے ضروری ہے کہ قرآن کو بذاتِ خود بار بار پڑھیں اور قرآن کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک آیت پر سیاق وسباق کے لحاظ سے تحقیق فرمائیں اُس کے بعد جس نتیجے پر پہنچیں تو وہ رائے اُس رائے یا عقیدے سے زیادہ محترم ہوگی جو اُنہوں نے تحقیق نہ

کرنے والوں کے کہنے پر اختیار کر رکھی ہے۔ چنانچہ اس تحقیق کے مطابق اضربوھن کا مطلب قطعیً طور پر عورت کو مارنا نہیں ہے بلکہ مثالوں' دلائل اور تجزیات سے حالات وواقعات ووجوہات واختلافات کو واضع کرنا ہے تا کہ میاں بیوی جو آیت 2:187 کے مطابق ایک دوسرے کا لباس ہیں اُس کے حُسن اور پختگی کو قائم رکھنے کی کوشس کی جائے۔

2- اضربوھن کا یہ تیسرا مرحلہ اِس لئے لازم ہے کہ قرآن اُن لوگوں کے لئے جو سچائیوں یا حقائق کا انکار کرنے والے ہیں یہ حکم دیتا ہے کہ اُن کی توجہ توازن کے ساتھ' اچھے طریقے سے' نرم لہجے سے سچائیوں کی طرف دلاؤ یہاں تک کہ حضرت موسیٰؑ کو آیت 20:44 میں یہ حکم دیا گیا کہ فرعون کے ساتھ نرم لہجے میں بات کی جائے تا کہ وہ یا تو سچائیوں کو سمجھ سکے یا اپنی سرکشی سے خوف زدہ ہو کر دُرست راہ پر آ جائے۔ یعنی Convince کرنے کے لئے یا Understanding بڑھانے کے لئے قرآن نرم لہجے یعنی اچھے طریقے سے بات کرنے کے انداز کو ترجیح دیتا ہے اور نرم لہجہ یا توازن سے گفتگو کرنے کا پیمانہ یہ ہے کہ دوسرے کے وقار اور احترام کو زخم نہ دیا جائے یعنی وجوہات پر نشتر چلائی جائے نہ کہ انسان کے جسم کو زخم دیئے جائیں۔ دوسرے لفظوں میں بدترین بات کو بھی اچھے اور سلجھے ہوئے انداز سے یوں پیش کیا جا سکتا ہے کہ دوسرا اُسے سمجھنے کی جانب مائل ہو سکے۔ لہٰذا' ماں باپ پر اور سرپرستوں پر قرآن کے حوالے سے یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے بیٹے یا بیٹی جن کا

نکاح ہو رہا ہے اُنہیں قرآن کی آیت 20:44 کے مطابق نرم لہجے کا طریقہ سکھائیں ورنہ زندگی میں اُن کے کرخت وسخت وتلخ لہجے کے جو بُرے نتائج نکلیں گے تو اُس میں وہ بھی حصہ دار ہوں گے۔

چوتھا مرحلہ

فابعثو احکما من اھلہ وحکما من اھلھا (4:35)۔

آیت(4:35) میں دیئے گئے اگر تینوں مراحل ناکام ہوجاتے ہیں تو طلاق کی جانب بڑھتے ہوئے حالات چوتھے مرحلے میں داخل ہوجاتے ہیں۔ اِس چوتھے مرحلے میں آیت(4:35) کے مطابق اللہ کا حکم یہ ہے کہ:

وَاِنۡ خِفۡتُمۡ شِقَاقَ بَيۡنِهِمَا فَابۡعَثُوۡا حَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهٖ وَحَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهَا ۚ اِنۡ يُّرِيۡدَاۤ اِصۡلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيۡنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيۡمًا خَبِيۡرًا (آیت 4:35)

''(یہ تو رہا عام مردوں اور عورتوں کا معاملہ جو عمومی زندگی سے متعلق ہے)۔ لیکن اگر تمہیں ان دونوں (میاں بیوی) کے درمیان تعلقات بگڑ جانے کا اندیشہ ہو تو ایک ثالث خاوند کے خاندان سے اور ایک بیوی کے خاندان سے مقرر کرلو (تاکہ وہ دونوں میاں بیوی کو ناچاقی پیدا کرنے والے حالات کے بارے میں دانش مندی سے ایسی آگاہی دیں جس سے ان کے اچھے اور بُرے نتائج دونوں پر واضح ہو جائیں)۔ اور اگر ان دونوں (ثالثوں) کا ارادہ صلح کرانے کا ہے تو اللہ ان دونوں کے

درمیان ہم آہنگی پیدا کر دے گا (اور میاں بیوی سمجھ جائیں گے
کہ انہیں غلط طریقے چھوڑ کر درست طریقے اپنا کر سنورنے
سنوارنے کی طرف مائل رہنا چاہیے) کیونکہ اللہ وہ ہے جو لا
محدود علم کا مالک ہے اور مکمل خبر رکھنے والا ہے (اس لئے انسان
انسان کو دھوکہ دے سکتا ہے مگر اسے دھوکہ نہیں دیا جا سکتا)"۔

طلاق سے بچنے کے لئے میاں بیوی کے درمیان اختلافات کو ختم کرنے کی یہ ایسی کوشش ہے جس میں دونوں خاندانوں کی مجموعی دانش ومحبت واحترام کو ثالث اپنے طور پر کام میں لاتے ہوئے حالات کو دُرست کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ مرحلہ شوہر کی یا بیوی کی غلط فہمیاں دُور کرنے یا دیگر ایسے مسائل جن پر وہ دونوں فرداً فرداً قابو نہیں پا سکتے اُن کے لئے دونوں خاندانوں کو ملوث کر کے مدد گاری کی راہ کھولتا ہے۔

چوتھا مرحلہ کیوں لازم ہے؟

Why The fourth Setp is an Integral Part of Talaq

مندرجہ ذیل وجوہات کی وجہ سے چوتھا مرحلہ لازمی طور پر اختیار کیا جانا چاہئے:

1- کوئی فرد جب بحران میں داخل ہوتا ہے تو اُس کی نفسیاتی حالت لازماً متاثر ہوتی ہے یعنی اگر اُس پر قنوطیت Pessimism یعنی حالات کی منفی طرفیں طاری ہوتی ہیں یعنی وہ اپنے حالات میں بہتری کی اُمید کھو دیتا ہے اور یہ حالت اُس پر Vicious Circle یعنی منحوس چکر بن کر طاری ہوتی ہے تو وہ

اُس وقت تک اِس میں سے نہیں نکل سکتا یا نکل سکتی جب تک کوئی دوسرا جو اُس کے حالات کو واقعی عدل وبصیرت سے سمجھنے والا ہو وہ اُس کی یا اُن کی مدد و رہنمائی نہیں کرتا یا کرتی۔ پہلے تین مراحل کے نا کام ہونے کا مطلب ہے کہ نفرت، ضد، ہٹ دھرمی، اَنا جیسی قوتوں نے اُسے یا اُنہیں اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ اِس مرحلے میں دونوں خاندانوں میں سے ایک ایک فرد کا دُرست اور اچھے اِرادے کے ساتھ شوہر اور بیوی کو ایک ساتھ بہتر زندگی گذارنے کی جانب مائل کرنا یا مائل کرنے کی کوشس کرنا ثابت کرتا ہے کہ طلاق کا معاملہ شوہر اور بیوی کا ذاتی نہیں ہے بلکہ یہ ایک معاشرتی معاملہ ہے۔ ایسے افراد جو خاندان کی جانب سے بُرے ارادے کے ساتھ شوہر و بیوی کے طلاق کے معاملے کو حل کرنے کی کوشش کریں تو وہ آیت 4:35 میں اللہ کے حکم کے خلاف عمل کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ آیات 9-8:65 کے مطابق سزا وعذاب کے حقدار ہو جاتے ہیں۔

-2 اِس چوتھے مرحلے میں دونوں خاندانوں کی جانب سے جو ایک ایک فرد متعین کیے جاتے ہیں تو اگر وہ نا کام ہو جاتے ہیں تو وہ عدالت کو اپنی دُرست گواہی کے ساتھ سہولت بہم پہنچاتے ہیں تا کہ پانچویں مرحلے میں نہایت دُرست اور وقت ضائع کیے بغیر فیصلہ ہو سکے۔ عدالت میں یہ دونوں افراد جنہوں نے طلاق تک لے جانے والے معاملات کو دُرست کرنے کی کوشش کی مگر نا کام ہوئے تو وہ آیت 65:2 کے مطابق دو عادل گواہوں کے طور پر سامنے آ سکتے ہیں۔

پانچواں مرحلہ

طلاق کا فیصلہ صرف عدالت کرسکتی ہے' 65:1۔

یہ پانچواں مرحلہ طلاق کا فیصلہ لینے کے لئے اختلافات کو عدالت میں لے جانے کا ہے۔ آیت (65:1) ثابت کرتی ہے کہ طلاق کا فیصلہ عدالت کرے جو یوں ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا۟ ٱلْعِدَّةَ ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ رَبَّكُمْ ۖ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنۢ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّآ أَن يَأْتِينَ بِفَٰحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ ٱللَّهِ ۚ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ ٱللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُۥ ۚ لَا تَدْرِى لَعَلَّ ٱللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا (آیت65:1)

''اے نبی! جب تم عورتوں کی طلاق (کے مقدمات کا فیصلہ) دو تو انہیں ان کی عدت کے وقت طلاق دو (یعنی طلاق کا فیصلہ اس وقت سناؤ جب وہ عورت حیض کی حالت میں نہ ہو بلکہ صفائی و پاکیزگی کی حالت میں ہو۔ اور پھر طلاق کا فیصلہ سناتے وقت) تم عدت کا شمار کرو اور تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام وقوانین اختیار کیے رکھو کیونکہ وہ ہی تمہاری نشو ونما کرنے والا ہے (اس لئے وہ جانتا ہے کہ تمہارے لئے کیا احکام ضروری ہیں' 33:49' 237-2:228۔ چنانچہ ان کو طلاق دینے کے بعد) تم انہیں ان کے گھروں سے مت نکالو۔ اور نہ ہی خود وہ (بغیر ضرورت کے) وہاں سے نکلیں۔ البتہ اگر ایسا ہو کہ واضح طور پر یعنی جو ثابت ہو جائے کہ وہ اللہ کی طے شدہ جنسی حدوں کو

توڑنے پر آمادہ ہیں (تو پھر انہیں گھروں سے نکالا جاسکتا ہے)۔
یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں (یعنی اللہ کے طے شدہ قوانین
ہیں)۔ جو شخص اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرے گا تو
حقیقت یہ ہے کہ (اس سے جو دوسروں کو نقصان پہنچتا ہے وہ تو
ایک طرف رہا) وہ خود اپنے آپ پر بھی یقیناً زیادتی و بے انصافی
کرتا ہے۔ (انہیں عدت کے دوران انہی گھروں میں رکھنا اور
ان کا وہیں رہنا ایک مصلحت پر مبنی ہے) جس کی تمہیں خبر نہیں
ہے۔ (وہ مصلحت یہ ہے کہ اگرچہ وہ زمانۂ عدت میں میاں بیوی
نہیں رہتے) لیکن ہوسکتا ہے (یعنی جدائی کے اس عملی تجربے
سے ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ ان میں باہمی رفاقت کی شکل
نکل آئے، اور وہ پھر سے میاں بیوی بن جائیں' 2:232)۔

جس طرح قرآن مرد اور عورت کے درمیان کسی ایسے نکاح کو تسلیم نہیں کرتا جو باقاعدہ معاہدہ و میثاق نہ ہو اِسی لئے آیت (4:21) میں نکاح کے اس معاہدے کو میثاقاً غلیظاً کہا گیا ہے یعنی ایسا پختہ عہد جو گواہوں کی موجودگی میں کیا گیا ہو بالکل اِسی طرح آیات 4:35 ;65:1 کے مطابق قرآن طلاق کو بھی مرد اور عورت کا آپس میں ذاتی یا نجی معاملہ قرار نہیں دیتا یعنی Talaq is not a Personal Matter of Husband and Wife

چنانچہ آیت (65:1) میں جو کہا گیا ہے کہ "اے نبی! جب آپ عورتوں کو طلاق

دیں'' تو اِس کا یہ مطلب نہیں کہ ''اے نبی! جب آپ اپنی بیویوں کو طلاق دیں'' کیونکہ آپؐ نے تمام عمر اپنی کسی بیوی کو طلاق نہیں دی۔ لٰہذا یہ آیت آپؐ کو جج کی حیثیت سے آگاہی و رہنمائی دے رہی ہے کہ ''اے نبی! جب آپ عورتوں کی طلاق (کے مقدمات کا فیصلہ) دیں''۔

بنیادی نکات

1- لٰہذا' اس آیت نے طے کر دیا کہ طلاق کا اعلان صرف عدالت ہی کر سکتی ہے اور عدالت بھی وہ جو محمد ﷺ کی طرح عدل کرے اور ازدواجی معاملات طے کرے اور وہ آیت (2:231) میں دی گئی اللہ کی وارننگ کو سامنے رکھے کہ ''اللہ کے احکامات کو مذاق مت بنالو''۔ طلاق کے معاملات طے کرنے کے لئے بنائی گئی عدالتوں کے ججوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ طلاق کے سلسلے میں غیر ضروری تاخیر یا تاریخوں پہ تاریخیں جس سے بیوی یا شوہر مذاق بن کے رہ جائے اُنہیں گنہگار کر کے جہنم کا حق دار بنا دیتا ہے' (65:8,9,10,)۔

2- اِسی لئے طلاق اک تقاضا ہے اک مطالبہ ہے اور اک مقدمہ ہے جسے بہرحال' عدالت نے ہی طے کرنا ہوتا ہے اور وہی طلاق کا فیصلہ سناتی ہے اور عدت بھی عدالت کے فیصلے کے مطابق ہی شروع ہوتی ہے' آیت (65:1)۔

3- چنانچہ قرآن میں جہاں جہاں یہ کہا گیا ہے کہ ''جب تم عورتوں کو طلاق دو'' یا آیت 58:1 کے مطابق کہ: ''(اے رسولؐ) یقیناً اللہ نے اُس عورت کی بات سن لی ہے جو آپؐ سے اپنے خاوند کے بارے میں دلائل پہ دلائل دے کر

جھگڑا کر رہی تھی......'' تو اِن سب کا مطلب ہے کہ جب عدالت طلاق کا فیصلہ دے یعنی طلاق کا تقاضا اگر مرد کی طرف سے ہو یا طلاق کا تقاضا اگر بیوی کی طرف سے ہو یعنی مرد کا اپنی بیوی سے طلاق کا تقاضا جب عدالت اُس تقاضے کی بنیاد پر فیصلہ سناتی ہے تو اِس کا مطلب ہے مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دی۔ اِسی طرح جب بیوی اپنے شوہر سے طلاق کا تقاضا کرتی ہے اور عدالت اُس طلاق کا فیصلہ بیوی کے طلاق کے تقاضے کی بنیاد پر کرتی ہے تو اِس کا مطلب ہے بیوی نے اپنے شوہر کو طلاق دی۔

4- لہٰذا' آیت (65:1) سے اور آیت (2:229) سے یہ ہی ثابت ہے کہ طلاق شوہر یا بیوی یا دونوں کی طرف سے تقاضا ہے' اُنہیں طلاق کا براہِ راست اختیار نہیں ہے یہ اختیار عدالت کے پاس ہے کہ طلاق کے تقاضے کو عدل کے مطابق طے کر دے۔

5- لیکن اگر شوہر اور بیوی دونوں ہی عدالت کے رویے اور اُس کے تاخیری حربوں سے خوف زدہ ہو کر عدالت نہ جانا چاہیں تو میاں بیوی اور دونوں کے خاندان الگ کسی ایسے کو یا ایسوں کو اپنی جانب سے جج تسلیم کر لیتے ہیں جن پر اُن کو بھروسہ ہو کہ وہ قابل اعتماد ہے یا ہیں اور وہ اپنے علم و تجربے و کردار سے ثابت کر چکے ہوں کہ وہ متعصب و مفاد پرست یا جانبداری کرنے والے نہیں اور وہ قرآن کے احکامات کے مطابق فیصلے کرنے والے ہیں تو اُن کے فیصلے کو عدالت کا فیصلہ ہی سمجھا جانا چاہیے چنانچہ اُنہیں یا اُسے بھی اگر اِس سلسلے میں

فیصلہ کرنا ہے تو آیت 65:1 کے مطابق فیصلے کا اعلان کرنا چاہئے۔

6- آیت 58:1 میں کسی عورت کا اپنے خاوند کے بارے میں آخری نبی حضرت محمد ﷺ کے سامنے دلائل پیش کرنا اور پھر اُن کا اُس عورت سے سوال و جواب کرنا ثابت کرتا ہے کہ آپ ؐ جج کی حیثیت سے اُس عورت سے طلاق کے سلسلے میں ہی سوال و جواب کررہے تھے کیونکہ اِس مقدمے کا فیصلہ آگے آیت 58:2 میں سنایا گیا ہے جو یوں ہیں:

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ (آیت 58:1)

''(اے رسول ؐ) یقیناً اللہ نے اس عورت کی بات سن لی ہے جو تم سے اپنے خاوند کے بارے میں دلائل پہ دلائل دے کر جھگڑ رہی تھی۔ اور اللہ کے سامنے بھی اپنی درخواست پیش کر رہی تھی۔ (یوں سمجھو کہ اس نے اللہ کی عدالت میں اپنا مقدمہ پیش کر دیا تھا) اور اللہ تم دونوں کے سوال و جواب کو سن رہا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ (لہٰذا اس بارے میں اللہ کا فیصلہ سن لو)''۔

اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰۗـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ (آیت 58:2)

''(یہ اصول یاد رکھو کہ) تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے

ظہار کر دیتے ہیں (یعنی کسی وجہ سے وہ اپنی بیویوں کو ماں کہہ دیتے ہیں) تو وہ (سچ مچ) ان کی مائیں نہیں بن جاتیں۔ ان کی مائیں صرف وہی ہیں جنہوں نے انہیں جنا ہے۔ (اس لئے ایسا کہنے سے وہ ان کی بیویاں ہی رہتی ہیں اور ان پر حرام نہیں ہو جاتیں)۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ وہ سخت ناپسندیدہ اور جھوٹی بات کہتے ہیں۔ بہر حال، حقیقت یہ ہے کہ اللہ درگزر کرنے والا اور خطاؤں کے بُرے اثرات دُور کر کے حفاظت میں لے لینے والا ہے''۔

وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (آیت 58:3)

''لیکن (اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس قسم کی باتوں کو عام ہونے دیا جائے۔ کیونکہ سنجیدہ لوگوں کا ایسا رہن سہن نہیں ہوتا۔ لہٰذا) جو لوگ اپنی بیوی کو ماں (یا ایسے ہی کوئی اور الفاظ) کہہ بیٹھیں اور پھر وہ اپنی اس (بیہودہ) بات کو واپس لینا چاہیں (تو انہیں کچھ جرمانہ ادا کرنا ہوگا تا کہ وہ اپنے آپ پر قابو رکھنا سیکھیں اور یونہی جو جی میں آئے منہ سے نہ نکال دیا کریں۔ وہ جرمانہ یہ ہے کہ) قبل اس کے (کہ وہ میاں بیوی کی حیثیت سے) ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، وہ ایک گردن آزاد کریں۔ یہ اس لئے ہے کہ تم اس سے نصیحت پکڑو اور اللہ تمہارے تمام معاملات سے باخبر ہے''۔

(**نوٹ**: گردن آزاد کرنے سے مراد ہے کہ کوئی شریف انسان جو کسی جبر، مصیبت یا قرض وغیرہ کی وجہ سے مجبوری و بے بسی میں گرفتار ہو کر قیدی یا غلام ہو چکا ہو یا ان کی طرح ہو چکا ہو تو اس کو آزاد کیا جائے یا کرایا جائے۔ یہ ایسا انسان مرد بھی ہو سکتا ہے اور عورت بھی ہو سکتی ہے)۔

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (آیت 58:4)

''لیکن جسے (اس طرح کا مجبور انسان) میسر نہ ہو تو اس سے قبل کہ وہ (میاں بیوی) ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں یعنی ایک دوسرے سے ملاپ کریں، وہ متواتر دو ماہ کے روزے رکھے۔ اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو، تو پھر ایسے ساٹھ انسانوں کو کھانا کھلائے جن کے روزی کے ذرائع نہ ہوں۔ اور یہ اس لئے ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں (جن کے اندر رہنا ضروری ہے)۔ لیکن جو لوگ (ان حدود) کا انکار کریں تو ان کے لئے ایسا عذاب ہے جو الم انگیز ہے''۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (آیت 58:5)

''بہرحال، یہ حقیقت ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں (یعنی رسولؐ پر نازل کردہ نظامِ زندگی کی مخالفت کرتے ہیں) تو وہ ذلیل و رسوا کر دیے جائیں گے جس طرح کہ ان لوگوں کو

ذلیل کر دیا گیا جو ان سے پہلے ہوا کرتے تھے۔مگر تحقیق کرنے
والے جانتے ہیں کہ ہم نے جو سچائیاں اور احکام وقوانین نازل کیے
ہیں تو وہ انتہائی واضح اور شفاف ہیں۔لیکن وہ لوگ جو ان کا انکار
کرنے والے ہیں، انہیں ایسا عذاب دیا جائیگا جو انہیں ذلت ورسوائی
میں مبتلا کر دے گا''۔

اہم نکات

طلاق کے فیصلے کا اعلان کرتے ہوئے خاص کر عورت کی جسمانی کیفیت کوملحوظ رکھنا ضروری ہے کیونکہ عدت کے بارے میں آیات (2:228) اور (65:4) میں خصوصی طور پر اللہ کے احکام درج ہیں کیونکہ عدت کا زمانہ طلاق کے سلسلے میں کئی حوالوں سے انتہائی طور پر اہم ہے۔اِس کے اہم ترین نکات یوں ہیں:

1- عدت کی وجہ سے طلاق کا معاملہ ایک ڈسپلن میں آ جاتا ہے۔
2- یعنی مدت کا تعین ہو جانے سے مستقبل کے معاملات کو طے کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔
3- عدت کی مدت کے دوران آیات (2:232; 65:2; 2:229) کے مطابق میاں بیوی آپس میں پھر سے نکاح کر سکتے ہیں اور حالات بدترین خرابی کے باوجود پھر سے سنبھل سکتے ہیں اور میاں بیوی طلاق کی وجہ سے مستقل جدائی سے محفوظ ہو سکتے ہیں۔
4- عدت عورت کو نفسیاتی طور پر سنبھلنے کا موقع فراہم کرتی ہے اور اُسے اپنے ماضی

حال مستقبل کا تجزیہ کرنے کا موقع فراہم کرتی ہے اور عورت کی عدت کے دوران میاں بھی حالات و وجوہات واختلافات کا نئے سرے سے تجزیہ کر کے کوتاہیوں، خطاؤں پر قابو پانے کی کوشش کرسکتا ہے۔

5- عدت کے بارے میں آیات (2:228) اور (65:4) میں اللہ کے احکامات کی وجہ سے ایسے تمام عارضی نکاح وطلاق کا نظام جس میں عورت کی عدت کو بے معنی قرار دے کر نظر انداز کیا جاتا ہے یا کیا جائے وہ باطل اور ناجائز ہیں اور آیت (2:231) کے مطابق اللہ کے احکام کا مذاق اُڑانے کے مترادف ہیں اور آیات (65:8-9-10) کے مطابق سخت حساب وعذاب کے حقدار ہیں۔

بہرحال، عدالت طلاق کے بارے میں فیصلے کے وقت مندرجہ ذیل معاملات کا بغور جائزہ لے کر ہی طلاق کے فیصلے کا اعلان کرتی ہے اسی لئے آیت (65:2) کے مطابق گواہ کے طور پر دو عادل اشخاص کو مقرر کرنے کی ہدایت ہے تاکہ معاملات کو سرے چڑھانے میں گواہوں کی گارنٹی بھی ہو:

i- عدت کے دُرست وقت کا آغاز اور شمار
ii- بچوں کی کفالت کی ذمہ داری
iii- عورت کی رہائش کا فیصلہ
iv- مہر کی ادائیگی وغیرہ کا فیصلہ
v- کاروبار، جائیداد وغیرہ یا ایسے حالات سے منسلک معاملات کا فیصلہ

vi- کسی بھی طرز کے لین دین اور اِن سے منسلک معاملات کا فیصلہ وغیرہ وغیرہ۔
vii- دیگر کوئی بھی ایسے مسائل جن کا طلاق سے تعلق ہو کا فیصلہ۔

طلاق کا فیصلہ کرنے والی عدالت کے فرائض مندرجہ ذیل کا تقاضا کرتے ہیں:

1- عدالت کا فیصلہ ہر وہ بات کہ جس کا تعلق طلاق سے ہے اور اُسے طے کرنا ضروری ہے اُسے ضرور طے کرے۔

2- عدالت کا فیصلہ صاف ستھرا، قابل فہم، دُرست اور قرآن کے احکامات کے مطابق ہونا چاہیئے اور مکمل ہونا چاہیئے۔

3- عدالت طلاق کے فیصلوں میں قطعی طور پر غیر ضروری تاخیر نہ کرے ورنہ انصاف کی بجائے ظلم شروع ہو جائے گا۔ کیونکہ آیت (2:226) آگاہی و رہنمائی فراہم کرتی ہے کہ ''جو لوگ اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھالیں اُنہیں زیادہ سے زیادہ چار ماہ تک اِنتظار کرنا چاہیئے، یعنی طلاق کے حوالے سے شوہر اپنی بیوی کو غیر متعین عرصے تک معلق حالت میں نہیں چھوڑ سکتا یعنی اِس کے بعد بیوی طلاق کا تقاضا کرسکتی ہے آیت 2:226، اور طلاق کا فیصلہ ہر صورت چار مہینے کے اندر اندر ہو جانا چاہیئے۔

طلاق کے لئے پانچواں مرحلہ کیوں لازم ہے:

Why The 5th Step is Integral Part of Talaq

1- طلاق صرف نکاح کے بندھن سے آزاد ہونا ہی نہیں بلکہ وہ تمام معاملات جو

نکاح کی وجہ سے شوہر و بیوی سے منسلک ہوئے اُن کا انصاف کے ساتھ طے ہونا ضروری ہے، مثال کے طور پر:

i- بچوں کا وارث کون ہوگا کیونکہ قرآن میں کوئی ایسی آیت نہیں جس کے مطابق براہِ راست شوہر کو یا بیوی کو بچوں کا وارث یا مالک قرار دیا گیا ہو سوائے اِس کے کہ بچہ اگر دودھ پیتا ہے تو ماں اپنی ذمہ داری اُسے دودھ پلانے کی پوری کرے اور باپ اُس ماں کے لئے رزق کا بندوبست کر کے اپنی ذمہ داری پوری کرے تا کہ بچہ کے لئے دودھ پیدا ہوتا رہے (آیت 2:233)۔ اس کے مطابق تو بچے طلاق کے بعد باپ اور ماں کی مشترکہ ملکیت رہیں گے۔ البتہ عدالت طے کرے گی کہ کس طرح بچوں کو ماں باپ کی محبت سے دُور کیے بغیر اُن کی صلاحیتوں کی نشو ونما ہوتی رہے کیونکہ جو بھی اُن کی شخصیت کو تباہ کرنے کا باعث بنے گا تو وہ آیت 91:9 کے خلاف کام کر کے اللہ سے بغاوت کا اعلان کرتا ہے جس کی سزا 10-9-8:65 میں دے دی گئی ہے۔

ii- اگر میاں بیوی کے درمیان زمین، کاروبار، لین دین، حق مہر، بینک اکاؤنٹ، وراثت یا کچھ بھی کوئی شراکت و معاملہ ہے تو اُسے عین انصاف پر طے کر دے۔

2- عدالت کی جانب سے طلاق کے فیصلے کا اعلان معاشرتی زندگی میں گواہی ہو جاتی ہے کہ شوہر اور بیوی کی آپس میں نکاح سے منسلک ذمہ داریاں ختم ہو چکی ہیں یا نہیں۔

3- طلاق کے حوالے سے عدالت کا وجود ثابت کرتا ہے کہ کوئی بیوی یا کوئی شوہر بے سہارا یا بے یارومددگار نہیں بلکہ انصاف کی طاقت اُن کا زبردست سہارا ہے۔

4- طلاق کے لئے عدالت کی جانب سے فیصلے کا اعلان یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ طلاق شوہر و بیوی کا ذاتی معاملہ نہیں بلکہ یہ ایک باقاعدہ Procedural Framework ہے جس کے مراحل میں اور جس میں غصے سے، مذاق سے، جبر سے، دھوکے سے، ایک ساتھ تین طلاق سے یا سازش سے دی گئی طلاق طلاق ہی نہیں ہوتی۔

اہم نکات

قرآن کے طلاق کے بارے میں احکامات مندرجہ ذیل حقائق کی آگاہی دیتے ہیں:

1- طلاق نہایت سنجیدہ معاملہ ہے جو قرآن کے احکامات پر مبنی ایک نظام ہے جس کا آیت (2:231) کے مطابق قطعی طور پر تمسخر نہیں اُڑایا جاسکتا۔

2- قرآن نے طلاق کے پانچ مراحل دے کر مرد اور عورت کے پاس ایک دوسرے کو براہِ راست طلاق دینے کا اختیار نہیں رہنے دیا، آیات 4:34، 4:35، 65:1، 65:2۔ یعنی طلاق شوہر اور بیوی کا ذاتی معاملہ نہیں ہے۔

3- ایسا طریقۂ کار جس میں بیوی کو تین بار طلاق کہہ دینے سے یا لکھ کر دے دینے سے یہ جو کہا جاتا ہے کہ طلاق ہوجاتی ہے تو اِس طرح کی قرآن میں قطعی طور پر کوئی آیت نہیں اور یہ طریقہ قرآن کے شفاف و مضبوط طریقۂ کار یعنی

Procedural Framework سے ہی بغاوت وسرکشی ہے اور اللہ کے نازل کردہ احکام کی واضح خلاف ورزی ہے اس لئے قرآن ایسی طلاق کو طلاق تسلیم ہی نہیں کرتا۔ اور شوہر و بیوی، شوہر و بیوی ہی رہتے ہیں جب تک کہ قرآن کا دیا گیا طریقۂ کار نہ اختیار کیا جائے، آیت 2:229 ۔ چنانچہ طلاق وہی ہے جو قرآن کے طے شدہ طریقۂ کار کے مطابق ہو ورنہ وہ طلاق، طلاق ہی نہیں کیونکہ اللہ کے حکم کو نظر انداز کر کے یا اُس سے سرکشی کر کے جو عمل کیا جائے وہ سورۃ الطلاق کی آیات 8، 9، 10، 11 کے مطابق صرف تباہی وعذاب کا حقدار بنا دینے والا ہوتا ہے اور وہ انسانوں کے تسلیم کرنے کے لئے نہیں ہوتا بلکہ اُس سے دُور رہنے کے لئے ہوتا ہے۔

4- آیت (2:229) الطلاق مرتن کے مطابق زندگی میں دوبار اگر طلاق کی نوبت آجاتی ہے تو عدت کے دوران میاں بیوی آپس میں نکاح کر سکتے ہیں (2:232) لیکن زندگی میں تیسری بار عدالت کے طلاق کے اعلان کے بعد عدت کے دوران میاں بیوی آپس میں نکاح نہیں کر سکتے (2:229)۔

5- یہ نظریہ کہ ایک طلاق عورت کے ایک حیض کے بعد اور دوسری طلاق عورت کے دوسرے حیض کے بعد دی جائے اور تیسری طلاق عورت کے تیسرے حیض کے بعد دی جائے تو اِس کا ثبوت قرآن میں کہیں نہیں ہے، یہ انسان کا اپنا بنایا ہوا نظریہ ہے۔

6- یہ نظریہ کہ مرد نے اپنا حق طلاق عورت کو دے دیا ہے یہ بالکل بے معنی بے

حیثیت بات ہے کیونکہ طلاق کے فیصلے کے اعلان کا حق صرف عدالت کے پاس ہے۔ مرد طلاق کے لئے تقاضا کر سکتا ہے اسی طرح عورت طلاق کے لئے تقاضا کر سکتی ہے، طلاق کے فیصلے کا اعلان عدالت کرتی ہے۔

-7 یہ نظریہ کہ غصے کی حالت میں طلاق، طلاق نہیں ہوتی، یہ بے معنی و بے حیثیت نظریہ ہے کیونکہ طلاق پانچ مراحل سے گذرتی ہے اِس میں غصے وغیرہ کی کوئی حیثیت و اہمیت نہیں۔

-8 یہ نظریہ کہ عورت خلع لے سکتی ہے مگر طلاق دے نہیں سکتی اس کا ثبوت قرآن کی کسی آیت سے نہیں ملتا اور اِس سلسلے میں لفظ خلع قرآن میں کہیں اِستعمال نہیں ہوا کیونکہ طلاق ایک معاملہ ہے، ایک مقدمہ ہے، ایک جھگڑا ہے۔ چنانچہ طلاق کا تقاضا بیوی بھی کر سکتی ہے اور شوہر بھی طلاق کا تقاضا کر سکتا ہے مگر وہ براہِ راست ایک دوسرے کو طلاق نہیں دے سکتے کیونکہ یہ اُن کا ذاتی معاملہ نہیں ہے۔

-9 یہ نظریہ کہ اگر کوئی مذاق سے اپنی بیوی کو طلاق کہہ دے تو طلاق ہو جاتی ہے یا اگر کوئی جبر سے کسی مرد سے طلاق لکھوا لے تو طلاق ہو جاتی ہے تو اِس کا ثبوت قرآن سے نہیں ملتا، لہٰذا، ایسی کوئی طلاق، طلاق نہیں اور میاں بیوی، میاں بیوی ہی رہتے ہیں۔ کیونکہ طلاق کو قرآن کے احکام کے مطابق پانچ مراحل سے گذرنا چاہیئے تب طلاق، طلاق ہوتی ہے۔

-10 یہ نظریہ کہ قرآن اُٹھا کر یا قرآن پر ہاتھ رکھ کر یا قسمیں اُٹھا کر گواہوں کی

موجودگی میں شوہر اپنی بیوی کو طلاق دے چکا' لہٰذا' اب وہ بیوی اپنے پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں رہی تو یہ نظریہ وعقیدہ سراسر قرآن سے سرکشی وبغاوت پر مبنی ہے کیونکہ اِس طرح کی طلاق کو قرآن طلاق تسلیم ہی نہیں کرتا اور شوہر وبیوی' شوہر وبیوی ہی رہتے ہیں کیونکہ ایسی طلاق قرآن کے پانچ مراحل کے احکام کو پورا کیے بغیر ہوئی ہے اور قرآن کی آیت 2:229 کے مطابق کیونکہ شوہر وبیوی کو طلاق دینے کا ذاتی اختیار نہیں بلکہ آیت 65:1 کے مطابق یہ اختیار عدالت کو ہے اِس لئے اِس طرح کی کسی بھی طلاق کی کوئی حیثیت نہیں۔

11- یہ نظریہ کہ چاہے دھوکے سے طلاق کہہ دی جائے یا کہلوا دیا جائے یا لکھ دی جائے یا لکھوا دی جائے تب بھی طلاق ہو جاتی ہے تو ایسا ہر نظریہ قرآن کے خلاف ہے اور قرآن سے بغاوت ہے۔ چنانچہ ایسی کوئی طلاق' طلاق نہیں اور میاں بیوی' میاں بیوی ہی رہتے ہیں کیونکہ طلاق کے عمل کو پانچ مراحل سے گذرنا ہوتا ہے۔

12- آیات (58:1; 65:1; 4:35; 4:34) کے مطابق معاملے یا اختلاف کی وہ وجہ جو طلاق تک لے جائے چاہے وہ معمولی ترین ہی کیوں نہ ہو وہ شفاف طور پر سامنے آنی چاہیے تاکہ طلاق کا فیصلہ دُرست اور عدل کے مطابق ہو سکے۔

13- یہ نظریہ کہ جو بات طلاق کے سلسلے میں اگر حدیث سے ثابت نہیں تو اُس بات کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا چاہے وہ قرآن میں ثابت بھی ہو رہی ہو' تو ایسے کسی

نظریے کو اپنانے کی قرآن اجازت نہیں دیتا کیونکہ ایسے نظریات انسان کے اپنے بنائے ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل آیات کو بار بار اور غور سے پڑھا جائے تا کہ معاملات کا حل انسان قرآن کے شفاف احکامات سے شفاف طور پر تلاش کر کے طے کر سکے:

(آیات 6:19، 7:3، 10:109، 5:48، 5:44، 6:34، 6:115، 42:10، 16:64، 41:30-31-35)۔

14- آیت (58:2) کے مطابق جو لوگ اپنی بیویوں کو ماں کہہ دیتے ہیں تو اِس سے طلاق نہیں ہوتی اور میاں بیوی، میاں بیوی ہی رہتے ہیں لیکن آیات (58:3) اور (58:4) کے مطابق اُنہیں کفارہ ادا کرنا پڑے گا جو کہ ان آیات میں درج ہے۔

15- آیت 65:1 میں فیصلے کے طور پر یہ حکم دے دیا گیا ہے کہ طلاق کے فیصلے کا اعلان ہو جانے کے بعد بیوی کو زبردستی گھر سے نہیں نکالا جا سکتا اور آیت 2:231 میں ہے کہ اُنہیں عزت سے روکے رکھو یا قاعدے قانون کے مطابق رخصت کرو یعنی طلاق کے باوجود عورت کا احترام و وقار قائم رکھنا ضروری ہے۔

16- شوہر اور بیوی کے حقوق برابر کے ہیں (Equal Rights of Wife and Husband) جس طرح نکاح کے سلسلے میں اللہ نے آیت (2:187) میں: ''ھن لباس لکم وانتم لباس لھن'' یعنی ہر شوہر اپنی

بیوی کا لباس ہے اور ہر بیوی اپنے شوہر کا لباس ہے'' کے مطابق عزت ووقار اور ذمہ داریاں وفرائض کے حوالے سے اپنے اپنے Domain میں برابر کے حقوق قائم رکھنے کا حکم صادر کر دیا اور حقوق وفرائض طے کر دیئے' بالکل اِسی طرح طلاق کے سلسلے میں آیت (2:228) میں **ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف وللرجال علیھن درجہ** ''یعنی' اور قاعدے قانون کے مطابق عورتوں کے بھی مردوں پر اسی طرح حقوق ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر'' البتہ مردوں کو ان پر درجہ ہے'' یعنی طلاق کے حوالے سے عورت کے لئے عدت ہے اور مرد کے لئے عدت نہیں ہے اس لئے صرف اس حوالے سے مردوں کو اُن پر درجہ ہے'' یعنی عدت کے سوا عورتوں اور مردوں کے طلاق کے حوالے سے بھی بالکل برابر کے حقوق ہیں۔ لہٰذا' آیت (2:228) میں کیونکہ طلاق یافتہ عورت کی عدت کا تعلق اُس کے حیض یعنی Mensturation یا اُس کے رحم میں تخلیق ہونے والے بچے کی نسبت سے ہے اِسی لئے سیاق وسباق میں مرد کے عورت پر درجے کا تعلق اِسی عدت کے فرق سے ہے۔

چنانچہ سارے قرآن میں کوئی ایسی آیت نہیں ہے جس میں یہ کہا گیا ہو کہ کیونکہ مرد کو عورت کے اوپر درجہ حاصل ہے اِس لئے عورت کو طلاق دینے کا اختیار بھی اُسے ہی حاصل ہے۔

17- طلاق ہو جانے کے بعد آیت 2:231 کے مطابق شوہر یا سابقہ شوہر کو قطعی

طور پر یہ اختیار نہیں کہ بیوی یا سابقہ بیوی کو کسی قسم کی تکلیف پہنچا کر اُس سے کوئی شرط منوائے یا اِنتقام لینے کی کوشش کرے۔ایسے ہی آیت 2:228 کے مطابق کوئی بیوی بھی ویسا کرنے کا اختیار نہیں رکھتی کہ جبر کرے یا اِنتقام لے کیونکہ طلاق کے حوالے سے دونوں کے حقوق برابر ہیں۔

18- علیحدگی قطعی طور پر طلاق نہیں البتہ یہ طلاق کے پانچ مراحل میں سے دوسرا مرحلہ ہے جو کہ آیت 4:34 کے مطابق ہے جس میں کہا گیا ہے کہ پہلا مرحلہ یعنی تنبیہہ و نصیحت کا مرحلہ اگر ناکام ہو جاتا ہے تو پھر خواب گاہ علیحدہ کرنے کا حکم شروع ہوتا ہے جو کہ دوسرا مرحلہ ہے چنانچہ علیحدگی یعنی Separation دوسرا مرحلہ ہے۔لیکن یہ یک طرفہ طور پر اپنی مرضی سے طویل نہیں کیا جا سکتا۔ اِس طرح علیحدگی کا یہ مرحلہ آیت 2:226 کے مطابق زیادہ سے زیادہ صرف چار مہینے تک طویل ہو سکتا ہے اِس کے بعد بھی اگر علیحدگی قائم رہتی ہے تو آیت 2:237 کے مطابق طلاق کی طرف بڑھنا ہو گا۔

میاں بیوی کے درمیان ہونے والی علیحدگی صرف وہی علیحدگی گنی جائے گی جس میں شوہر اور بیوی دونوں نے یا کسی ایک نے اِسے طلاق کے مرحلے کے طور پر اختیار کیا ہو ورنہ وہ علیحدگی جس کا مقصد ذرائع آمدنی کی خاطر یا اور دیگر وجوہات و مجبوریوں کی وجہ سے ایک دوسرے سے دُور چلے جانا ہو یا علیحدہ ہو جانا ہو تو وہ علیحدگی نہیں ہوتی کیونکہ اُس میں وہ دونوں یعنی شوہر اور بیوی اپنے نکاح کو قائم رکھ رہے ہوتے ہیں اور اپنی مرضی و خوشی سے ازدواجی

تعلقات کا تسلسل چاہتے ہیں اور دُوری و علیحدگی کے ختم ہونے کا اِنتظار کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ علیحدگی جو طلاق کے لئے نہیں ہوتی اُس میں دونوں کو وہ علیحدگی ختم ہونے کا اِنتظار ہوتا ہے لیکن جو علیحدگی طلاق کے لئے ہوتی ہے اُس میں ایک کا یا دونوں کا علیحدگی کو برقرار رکھنے کا ارادہ ہوتا ہے۔

☆......☆......☆

طلاق نامہ

یہ ایک تجویز ہے جس سے متفق ہونا ضروری نہیں

-1 طلاق کا تقاضا کس کی جانب سے ہے: میاں بیوی

-2 طلاق کا تقاضا کب کیا گیا: تاریخ وغیرہ

-3 طلاق کے تقاضے کی وجہ یا وجوہات:

-4 طلاق کا پہلا مرحلہ کب مکمل ہوا۔ اور یہ مرحلہ کیوں نا کام ہوا۔

-5 طلاق کا دوسرا مرحلہ کب شروع ہوا۔ اور کب مکمل ہوا۔ اور یہ مرحلہ کیوں نا کام ہوا۔

-6 طلاق کا تیسرا مرحلہ کب شروع ہوا اور کیوں نا کام ہوا۔

-7 طلاق کے چوتھے مرحلے میں دونوں جانب سے کون کون ثالث تھے اور اُنہوں نے ثالثی کے کیا طریقے' دلائل وغیرہ استعمال کئے تا کہ طلاق کی وجوہات کا ازالہ ہو سکے اور یہ مرحلہ کیوں نا کام ہوا۔

-8 طلاق کے پانچویں مرحلے میں کب طلاق کا مطالبہ یا تقاضا عدالت کے سامنے رکھا گیا۔

-9 طلاق کے اِس form میں لکھی گئی ہر بات کو میں نے غور سے پڑھا ہے یا سنا ہے اور اُسے سمجھا ہے لہٰذا' میں بغیر کسی خوف کے' مجبوری' جبر یا دھوکے کے اپنی آزاد مرضی سے اِس پر دستخط اور انگوٹھے کا نشان ثبت کر رہی ہوں/ کر رہا

ہوں تاکہ عدالت میرے لئے طلاق کا فیصلہ کرے۔

دستخط دستخط

شوہر بیوی

تاریخ تاریخ

نوٹ: عدالت اپنے فیصلے میں مندرجہ ذیل نکات صاف طور پر لکھے:

10- آیت 2:229 کے حوالے سے یہ طلاق پہلی بار ہے یا دوسری بار ہے یا تیسری بار ہے ہے جس کی عدت _____ تاریخ سے شروع ہو کر فلاں تاریخ تک ہے۔

11- اِس عدت کے دوران آیت 2:232 کے مطابق شوہر اور بیوی دونوں پھر سے نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں۔

12- اِس طلاق کا مطالبہ شوہر کی طرف سے تھا' لہٰذا' یہ طلاق شوہر نے دی یا اِس طلاق کا مطالبہ بیوی کی طرف سے تھا لہٰذا' یہ طلاق بیوی نے شوہر کو دی۔

13- بیوی فلاں تاریخ تک شوہر کے گھر میں رہ سکتی ہے یا شوہر فلاں تاریخ تک بیوی کے گھر میں رہ سکتا ہے۔

14- طلاق سے منسلک شوہر و بیوی کے مندرجہ ذیل (......) معاملات کا فیصلہ شفاف' قابلِ فہم اور قرآن میں دیئے گئے عدل کے تقاضوں کے مطابق لکھ دیا گیا ہے اور شوہر و بیوی دونوں کو پڑھ کر سنا دیا گیا ہے۔

مہر عدالت دستخط جج تاریخ

(نوٹ: طلاق کے اِس فارم کو مزید بہتر بھی بنایا جا سکتا ہے)۔

☆......☆......☆

تیسرا باب

حلالہ بمقابلہ تحل

حلالہ کیا ہے

قرآن میں کوئی سورۃ اور آیت ایسی نہیں جس میں حلالے کے بارے میں آگاہی یوں دی گئی ہو جیسے کہ موجودہ رائج الوقت حلالے کا نظریہ انسانوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ قرآن کی آیت 2:230 کے مطابق مسلمانوں کو صرف تحل کی اجازت دی گئی ہے مگر حلالہ کی قطعی طور پر اجازت نہیں ہے۔

حلالہ کا لفظ قرآن میں نہیں ہے اور اِس کے بارے میں اس وقت رائج نظریہ قرآن کے احکامات سے مطابقت نہیں رکھتا۔ حلالہ کا رائج الوقت یہ نظریہ یوں ہے کہ جب کوئی مرد تین دفعہ اپنی بیوی کو طلاق کہہ دیتا ہے یا لکھ کر دے دیتا ہے تو طلاق ہو جاتی ہے اور وہ بیوی کسی دوسرے سے عارضی طور پر نکاح کر کے اُس کے ساتھ دو ایک رات یا چند راتیں گذارے اور پھر وہ تین دفعہ طلاق کہہ دے یا لکھ کر دے دے تو تب وہ عورت اپنے پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے ورنہ وہ پہلے شوہر کی بیوی بن ہی نہیں سکتی۔ اگر اِس نظریے پر بار بار غور کیا جائے تو مندرجہ ذیل اہم نکات اُبھر کر سامنے آتے ہیں:

-1 طلاق مرد دیتا ہے اور ذہنی، نفسیاتی اور معاشرتی سزا عورت کو بھگتنا پڑتی ہے۔ یہ

بات قرآن کی عدل کے بارے میں دی گئی مجموعی آ گاہی کے ہی خلاف ہے یعنی ہر شخص کو اپنے عمل یا اعمال کی سزا بھگتنا ہے دوسرا اپنے عمل یا اعمال کی سزا خود بھگتے۔

2- قرآن میں قطعی طور پر کس عارضی نکاح کے لئے حکم نہیں دیا گیا بلکہ آیت (2:231) میں تنبیہہ کی گئی ہے کہ اللہ کے احکامات کو مت مذاق بنالو۔

3- اِس نظریے کی وجہ سے حلالہ کرنے والے پیشہ ور لوگ آگے آ جاتے ہیں جو پیسہ لے کر حلالہ کرتے رہتے ہیں اور ایک آدھ رات کے بعد عورت کو طلاق دیتے رہتے ہیں۔

4- حلالے کے نظریے کی آڑ میں بہت سے مرد و عورتیں مختلف طرز کی برائیوں میں مبتلا ہو گئے یعنی کسی نے کسی عورت سے نکاح کیا اور رات گذاری اور پھر تین طلاقتیں کہہ دیں اور اُس عورت کے ساتھ دوسرے نے حلالہ کر کے اگلی رات تین طلاقتیں کہہ دیں یعنی عورت کو خریدنے بیچنے کا یہ طریقہ اختیار کر لیا گیا۔

5- حلالے کے آڑ میں جسم فروشی کا پیشہ مزید پرورش پا گیا۔

تحل کیا ہے

قرآن کی جس آیت سے حلالہ کا تصور منسوب کیا جاتا ہے وہ سورۃ البقرہ کی آیت 230 ہے یعنی آیت (2:230) ۔ اِس آیت کا سیاق وسباق کے لحاظ سے ترجمہ یوں ہے:

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (آیت 2:230)

''پھر اگر (کسی میاں بیوی کی ازدواجی زندگی میں دو مرتبہ کی طلاق اور تین مرتبہ کے نکاح کے بعد تیسری مرتبہ' 2:229) اُس نے طلاق دے دی تو اِس کے بعد وہ اِس کے لئے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ کسی اور شوہر کے ساتھ نکاح نہ کرلے۔ پھر اگر وہ بھی طلاق دے دے تو اب ان دونوں (یعنی پہلے شوہر اور اس عورت) پر کوئی گناہ نہیں ہوگا اگر وہ (دوبارہ رشتہ زوجیت میں) پلٹ جائیں۔ بشرطیکہ دونوں یہ خیال کریں کہ (اب) وہ اللہ کی حدود قائم رکھ سکیں گے۔ یہ اللہ کی حدود ہیں جنہیں وہ اُن لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے جو علم والے ہیں''۔

1- یہ آیت (2:230) تنہا نہیں ہے بلکہ اِس کا سیاق وسباق براہِ راست مندرجہ ذیل آیات سے پختہ طور پر منسلک ہے: 2:228' 2:229' 2:231' 2:232' 2:187' 4:34' 4:35' 58:1' 65:1' 58:2' 65:8-9-10۔

2- حلالہ کا لفظ آیت (2:230) کے لفظ ''تحل'' سے اخذ کرنے کی کوشش کی ہوئی ہے۔

لفظ **تحل کا تجزیہ** یوں ہے:

تحل کا مادہ (ح ل ل) ہے۔حل، حلائل، حلیلۃ، محلّہ، الحلۃ، الحال جیسے الفاظ اِسی مادہ سے نکلے ہیں۔ اِس کا بنیادی مطلب ہے گرہ کھولنا یعنی جو پابندی لگائی گئی تھی اُسے ہٹا لینا۔ اصل میں حل کا یہ مطلب حل الاحمال سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے ''سامان کی رسیوں کی گرہ کھول کر اُسے اونٹوں سے اُتار لینا'' یعنی یہ گرہ بہت سی چیزوں سے منسلک ہوتی ہے یعنی سامان، کجاوہ، اونٹ، رسی یا رسیاں، رسی باندھنے والا یا رسی کی گرہ کھولنے والا دوسرے لفظوں میں کسی شے کا حلال ہونا باقاعدہ ایک نظام کے تحت ہے۔ اِسی لئے حلالہ کا لفظ قرآن میں نہیں کیونکہ یہ تحل کو مسخ کر کے بنایا گیا ہے اور مطلب حلال کا لیا جاتا ہے جو کہ تحل یا حلال کو MISUSE کرنا ہے یعنی اللہ کے حکم کو اللہ کی مرضی سے نہیں بلکہ اپنی مرضی سے استعمال کرنا ہے چنانچہ تحل سے مراد ہے کہ جب کوئی میاں بیوی طلاق کے پانچوں مراحل سے گذر کر سابقہ میاں بیوی بن گئے ہوتے ہیں یعنی اُنہوں نے قرآن کی طلاق کی عدت کے دوران واپس آپس میں نکاح کرنے کی گنجائش سے فائدہ نہیں اُٹھایا اور طلاق کو ہی اپنے لئے دُرست سمجھا تو اَب وہ میاں بیوی آزاد ہیں زندگی کا اپنا اپنا راستہ اختیار کرنے کے لئے۔ اگر بیوی اپنے لئے اپنی بے خوف مرضی سے کہیں اور نکاح کر لیتی ہے اور اُس شوہر کے ساتھ کسی وجہ سے طلاق تک نوبت آجاتی ہے اور طلاق کے پانچوں مراحل سے گذر کر عدالت طلاق کا اعلان کر دیتی ہے اور عدت کے دوران وہ میاں بیوی نکاح نہیں کرتے تو وہ بیوی آزاد ہے اور اب وہ چاہے پہلے والے شوہر سے نکاح کر لے یا کسی اور سے نکاح کر لے یا کسی سے بھی نکاح نہ کرے تو یہ اُس کی مرضی پر منحصر ہے۔

لہٰذا' نکاح کا نظام اور طلاق' کا نظام جو قرآن نے اپنی آیات یعنی احکام وقوانین کے ذریعے واضع کیا ہے اور جنہیں مفصل طور پر اِسی کتاب کے نکاح وطلاق کے ابواب میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اُن کے تحت کیونکہ:

1- نکاح ایک پختہ حقیقت ہے جس کے ساتھ میاں بیوی کا اور اُن کی نسل کا مستقبل وابسطہ ہوتا ہے اِس لئے وہ قطعی طور پر عارضی' چند یوم و چند راتوں کے مفاد کے پیش نظر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ آیت (4:21) کے مطابق میثاقاً غلیظاً یعنی انتہائی پختہ عہد ہے۔

2- طلاق اپنے فیصلے تک پہنچنے کے لئے آیات (65:1; 4:35; 4:34) کے مطابق لازمی طور پر پانچ مراحل سے گذرتی ہے اِس لئے کسی کا کسی عورت کو حلالہ کہہ کر ایک یا چند راتوں کے بعد اُس عورت کو طلاق' طلاق' طلاق کہہ کر فارغ کر دینا اللہ کی آیت (2:231) کے مطابق اللہ کے احکام کا مذاق اُڑانا ہے کیونکہ اِس طرح طلاق ہوتی ہی نہیں اور میاں بیوی' میاں بیوی ہی رہتے ہیں اِس لئے کسی بھی طرز کے حلالہ کی ضرورت نہیں۔

3- آیت (2:187) کے تحت جس میں میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس بننے کا حکم ہے۔ حلالہ کا نظریہ اللہ کے اِس حکم سے براہ راست بغاوت ہے کیونکہ حلالہ کے اِس نظریے کے تحت حلالہ کرنے والا شوہر اپنی بیوی کے عزت واحترام ووقار کا تمسخر اُڑا رہا ہوتا ہے کیونکہ اِس کے بعد اُس نے اُس عورت کو طلاق دے دینا ہوتی ہے۔ لہٰذا' دُرست طریقہ آیت (2:230) میں اللہ نے

دے دیا ہے یعنی:

4- نکاح کرنے والے مرد وعورت قرآن کے احکامات کے مطابق نکاح کریں اور اُسے آیت (4:21) کے تحت پختہ عہد کے طور پر اختیار کریں۔

5- اگر طلاق کی نوبت آ جائے تو میاں بیوی اپنی طلاق کے لئے آیات 4:34‘ 4:35 اور 65:1 کے مطابق پانچ مراحل سے گذریں۔

6- اگر عدالت کی طرف سے عدت کی تاریخ کے اعلان کے مطابق وہ میاں بیوی آپس میں دوبارہ نکاح نہیں کرتے اور مدت گذر جانے کی وجہ سے وہ سابقہ میاں اور سابقہ بیوی ہو جاتے ہیں تو اُس بیوی کو حق حاصل ہے کہ وہ کسی اور سے نکاح کر لے لیکن اِس نیت سے نہیں کہ وہ نئے شوہر سے طلاق لے کر پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کرے گی۔

7- البتہ اگر نئے شوہر سے اختلافات کی وجہ سے یا کسی وجہ سے طلاق کے مراحل کے مطابق طلاق ہو جاتی ہے تو پھر وہ اپنی عدت گذارنے کے بعد سابقہ شوہر سے پھر سے نکاح کر سکتی ہے۔

8- لہٰذا‘ حلالہ کا وہ تصور جس کا ذکر شروع میں کر دیا گیا ہے قطعی طور پر قرآن میں دیئے گئے احکامات سے مطابقت نہیں رکھتا کیونکہ وہ صرف ایک انسانی نظریہ ہے جسے آیت (2:230) کی آڑ میں اختیار کرنے والوں نے اختیار کر رکھا ہے مگر جو تسلیم کیے جانے کے قابل نہیں ہے۔

9- آیت 4:24 میں نکاح کے لئے تین واضح حقائق کو لازماً قرار دیا گیا ہوا ہے:

- **بامو الکم محصنین** مال واسباب کا جائزہ لیا جائے کہ کیا وہ ایسے معاشی ذرائع ہیں کہ نکاح کی یعنی شادی شدہ زندگی کی ذمہ داریاں اُٹھانے کے قابل ہوں تا کہ شادی شدہ زندگی کو معاشی تحفظ فراہم ہو سکےؔ

- **غیر مسفحین**

نکاح کا بنیادی مقصد صرف جنسی ہوس کی تسکین یعنی شہوت رانی نہیں بلکہ با قاعدہ میاں بیوی کی حیثیت سے ذمہ داریاں اُٹھانا ہے یعنی جنسی ہوس و ضرورت پوری کر کے طلاق دینا نہیں کیونکہ یہ تنبیہہ ہے کہ ایسا مت کرو۔

- **اجورھن فریضه**

طے شدحق مہرادا کیا جائے۔

سوال یہ ہے کہ حلالہ کرنے والے کیا آیت 4:24 کے مطابق نکاح کرتے ہیں۔ اگر وہ اِس کے مطابق کرتے ہیں تو کیوں دو ایک راتوں کے بعد طلاق دیتے ہیں اور کیوں نکاح شدہ زندگی کی باقی عمر کے لئے معاشی و معاشرتی ذمہ داریاں نہیں اُٹھاتے یعنی وہ اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اور اگر وہ آیت 4:24 کے احکام کے مطابق نہیں کرتے اور یوں ہی دل کی تسلی کرنے یا کروانے کے لئے کرتے ہیں تو وہ براہِ راست اللہ کے حکم سے بغاوت کرتے ہیں جس کی سزا آیات 10-9-8:65 میں سنادی گئی ہے۔

10- آیت 4:35 میں ہے کہ طلاق دینے سے پہلے شوہر اور بیوی کے خاندان سے ایک ایک ثالث مقرر ہونا چاہئے تا کہ دونوں میں صلح ہو سکے اور طلاق سے بچا

جا سکے۔ کیا حلالہ کرنے والا اور جس سے حلالہ کیا جا رہا ہوتا ہے اُن کے خاندانوں سے ثالث مقرر ہوتے ہیں کہ ان کی صلح ہو جائے اور ان کی طلاق نہ ہو۔

11- نکاح کا لفظ بذات خود چار لازمی احکام کا مجموعہ ہے یعنی نکح، عقد، میثاق لا یجدون باموالکم محصنین غیر مسٰحین۔ یعنی یہ چاروں احکام لفظ نکاح کے اندر موجود کر دیئے گئے ہوئے ہیں اِسی لئے نکاح کی انگریزی Marriage نہیں بلکہ System of Wedlock ہے جو کہ لفظ نکاح کے قریب ترین اصطلاح ہے۔ بہر حال، قرآن کے حکم نکاح کے مطابق: حلالہ کرنے والا مرد وعورت جب نکاح کرتے ہیں تو کیا وہ وہی نکاح کرتے ہیں جس کا ذکر قرآن کے مطابق کر دیا گیا ہے یعنی وہ اللہ سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کا پکا سہارا بن کر رہیں گے اور آیت 2:187 کے مطابق ایک دوسرے کا لباس بن کر رہیں گے۔ لیکن اگر نیت اُن کی ایک آدھ رات کے لئے نکاح کر کے طلاق پر ختم کرنا ہے تو کیا وہ سمجھتے ہیں کہ اِس طرح اللہ کو صاف طور پر دھوکہ دے سکتے ہیں؟ لہٰذا، حلالہ کا رائج الوقت نظریہ اللہ کے احکام کے بالکل ہی برعکس ہے۔

قرآن نے نکاح، طلاق وتحلل کے بارے میں باقاعدہ System, Procedure and Discipline دے دیا ہوا ہے جنہیں سمجھنا اور اختیار کرنا ہر مسلمان مرد وعورت کا فرض ہے کیونکہ آخری نبی وآخری رسول حضرت محمد ﷺ بھی

قرآن کے احکامات کی پیروی کرتے 10:109 اور نوعِ انسان کو قرآن کے احکامات کے مطابق ہی زندگی گذارنے کی دعوت دیتے تھے' آیت 7:3 ۔لہٰذا' ریاست کا فرض ہے کہ نکاح' طلاق وحلالہ کے سلسلے میں قرآن کے احکامات کے مطابق قانون سازی کر کے عوام کو اُس کا پابند کرے اور ازدواجی زندگی کے معاملات کے بارے میں فیصلہ کرنے والے جج صاحبان کی خاص تربیت کا اہتمام کرے تاکہ اُنہیں علم ہو کہ قرآن کی آگاہی کیا ہے اور لوگ غیر سنجیدگی سے اِن معاملات پر فیصلہ نہ کریں کیونکہ اِس کا عذاب بہت سخت ہے' آیات 10-9-8:65۔

12- شادی سے پہلے متعلقہ مرد وعورت اپنے بارے میں ایک دوسرے کو ذاتی طور پر یا سرپرستوں کو ایسے تمام حقائق سے آگاہ کر دیں جو بعد میں اختلافات و وجوہات بن کر طلاق تک لے جا سکتے ہیں۔نکاح سے پہلے اُن کا تجزیہ کر لینا طلاق ہو جانے سے کہیں بہتر ہے۔

13- اصولی طور پر نکاح ہو جانے والے لمحے کے بعد شوہر کا بیوی کے ناپسندیدہ ماضی سے اگر اُس کا کوئی وجود ہے تو کوئی تعلق نہیں رہتا جس کا کہ وہ اُسے طعنہ دے سکے ایسے ہی بیوی کا شوہر کے ناپسندیدہ ماضی سے کوئی تعلق نہیں رہ جاتا ہے۔بہتر ہے مُردہ و بُرے و تلخ لمحوں کو دفن رہنے دیا جائے اور صرف حسین لمحوں پر حال و مستقبل کی بنیاد رکھی جائے۔

14- شوہر و بیوی کے رشتہ دار و عزیز و اقارب اُن کی ذاتی زندگی کا حصہ نہ بنیں۔

15- شوہر و بیوی سے منسلک اُن کے ماں باپ یا بہن بھائیوں کی کوئی ذمہ داریاں

ہیں تو کچھ قربانی کا احساس پیدا کر کے کچھ سہارا بننے کی کوشش کریں۔

16- ایک دوسرے کی خطاؤں و نادانیوں کو برداشت کرنے کی گنجائش پیدا کرلیں۔

17- نکاح کے بعد آیت 2:187 کے مطابق دونوں کا ایک دوسرے کے لئے وفادار بننا لازم ہے کیونکہ دونوں ایک دوسرے کی ظاہری و باطنی مسرتوں اور عزت و وقار کو تحفظ فراہم کرنے والے ہیں۔

بہرحال، تمام تر اقدامات کے باوجود شوہر و بیوی اگر آپس میں نکاح قائم ہی نہیں رکھنا چاہتے اور اس بندھن سے آزاد ہونا چاہتے ہیں تو پھر قرآن میں دیئے گئے طلاق کے لئے پانچ مراحل کو اختیار کر کے وہ علیحدہ ہوسکتے ہیں۔

چوتھا باب

نکاح کو حسین بنانے اور طلاق سے محفوظ رہنے کے لئے اقدامات

قرآن کی آگاہی یوں ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ
(آیت 30:21)

''اور اُس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اُس نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے ہی ایک دوسرے کے جوڑے بنا دیے۔ مقصد یہ تھا کہ تم ایک دوسرے کی رفاقت سے سکون حاصل کرو۔ پھر اُس نے تمہارے درمیان ایسا گہرا رشتہ پیدا کر دیا (کہ تم دونوں شوہر اور بیوی) قدم بہ قدم ایک دوسرے کی مدد و رہنمائی کرتے ہوئے اپنے کمال تک پہنچ جاؤ (رحمۃً)۔ اور حقیقت یہ ہے کہ (زندگی کے اس نقشے میں بھی) اُن لوگوں کے لئے جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں (سبق آموز اور تحقیق طلب) نشانیاں ہیں''۔

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (آیت 25:74)

''اور یہ ہیں وہ لوگ (یعنی مرد اور عورتیں) جو التجا کرتے رہتے ہیں، کہ اے ہمارے رب! ہم جو ساتھی جوڑے ہیں (یعنی شوہر اور بیوی) اور جو ہماری اولاد ہے تو ہمارے لئے یہ آنکھوں کی ٹھنڈک کا موجب بنا دے (یعنی یہ اطمینان و مسرت کا باعث ہو) اور (اے پروردگار!) جو غلط روشِ زندگی سے بچنا چاہتے ہوں تو ہمیں ان لوگوں کا امام بنا دے یعنی ان کا رہنما بنا دے''۔

1- نکاح کرنے سے پہلے نکاح کے لئے قرآن کی 5 شرائط کو سمجھا جائے اور بیٹوں اور بیٹیوں کی تربیت اُن کے مطابق کی جائے۔

2- نکاح سے پہلے بیٹے اور بیٹی کو آیت 2:187 کا مطلب سمجھایا جائے جس میں حکم دیا گیا ہے کہ شوہر اور بیوی ایک دوسرے کا لباس ہیں یعنی:

(i) اگر کوئی شوہر اپنی عزت اپنا وقار اور اپنا احترام بیوی سے زیادہ بلند سمجھتا ہے اور عورت کو کمزور، بے حیثیت، جاہل، پاؤں کی جوتی سمجھتا ہے تو وہ آیت 2:187 کی گستاخی کر کے اللہ کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہے اور جو لوگ اُس شوہر کو اس سلسلے میں اُکسانے والے اور اُس کے مددگار ہیں تو وہ بھی اُسی جہنم کے حقدار ہوں گے جس کا کہ وہ شوہر حقدار ہوگا۔ لہٰذا، جن کا اُس شوہر سے تعلق ہے وہ اُسے سمجھائیں کہ وہ اپنی بیوی کا لباس ہے ناں کہ اُس پر حکمران اور اُسے اِس لحاظ سے اُس کی بیوی سے زیادہ محترم نہیں سمجھا جا سکتا۔

(ii) بالکل اِسی طرح آیت 2:187 کے مطابق ہر بیوی اپنے شوہر کا لباس

ہے یعنی شوہر کے وقار، عزت واحترام کو وہ کم نہ ہونے دے اور اگر کوئی بیوی اپنے شوہر کو اپنا غلام یا کمتر بنا کر رکھنا چاہتی ہے تو وہ آیت 2:187 سے بغاوت کرتی ہے اور اُس کو اُکسانے والے یا اُس کے مددگار اُسی جہنم کے حقدار ہوں گے جس کی کہ وہ بیوی حقدار ہوگی۔ لہٰذا ایسے تمام نظریات جن کے تحت شوہر کو بیوی کا غلام بنانے یا بیوی کو شوہر کے پاؤں کی جوتی بنانے میں مدد گار ہیں تو یہ ایسے لوگوں کے ہیں جنھوں نے اپنے لئے دوزخ کو خرید رکھا ہے۔

3- آیت 4:34 کے مطابق بنیادی طور پر اور عمومی طور پر شوہر قوّمون ہے یعنی گھر کی معاشی ذمہ داریاں شوہر کو نبھانی چاہییں اور وہ ذرائع آمدنی پیدا کرنے کی تگ ودو کرے لیکن اگر کسی دُرست وجائز وجہ کی بناء پر اُس کے ذرائع آمدنی نہیں بن رہے تو ریاست کا فرض ہے کہ اُسے قوّمون بننے میں مدد فراہم کرے اور اُس کا خاندان یہ مدد کرے کیونکہ آیت 4:1 میں رشتے اسی لئے بنائے گئے اور آیت 2:177 میں اللہ کا حکم ہے کہ اُس کے ذرائع آمدنی بنوائے جائیں اور معاشرے پر فرض ہے کہ اُس کے مددگار بنیں، آیت 51:19۔

4- آیت 2:102 کے مطابق کوئی بھی کسی بھی شوہر اور بیوی کے درمیان ایسی مداخلت نہیں کر سکتا جس سے میاں بیوی کے درمیان ناچاقی پیدا ہو جائے اور وہ طلاق کی نوبت تک لے جائے۔ **فیتعلمون منھما ما یفرقون بہ بین المرء وزوجہ ۔**'' (بہر حال یہ ان لوگوں کی آزمائش تھی) مگر وہ اس تنبیہہ کے باوجود ان سے ایسی چیز سیکھتے جو کسی شوہر اور اس کی بیوی کے درمیان

ناچاقی اور علیحدگی پیدا کرنے والی تھی''۔اِس آیت نے نہ صرف ایسی مداخلت کو کراہت آمیز قرار دیا ہے بلکہ آگاہی دی ہے کہ ایسے لوگوں نے اپنے نفسوں کا سودا کرلیا یعنی اُن کے نفس ہی اُنہیں سزا دلوائیں گے اور آیات 65:8-9-10 کے مطابق وہ دوزخ کے حق دار ہوجائیں گے۔لہٰذا' شوہر یا بیوی کی جانب سے ماں باپ' بہن بھائی' دوست وعزیز واقارب یا کوئی بھی اس فعل وعمل سے بہت دُور رہیں جس میں وہ شوہر کو بیوی کے خلاف یا بیوی کو شوہر کے خلاف بھڑکائیں یا بات کریں۔شوہر اور بیوی ایک دوسرے کے بارے میں خود یہ فیصلہ کرتے رہیں کہ کسے کتنا سنورنے کی ضرورت ہے یا نہیں! چنانچہ ایسی تمام حالتیں یا واقعات جس میں باپ' ماں' بہن' بھائی' سہیلی' دوست' رشتہ دار یا کوئی سرپرست جس کی وجہ سے یا جس کے کہنے پر بیوی اپنے شوہر کا گھر چھوڑ دیتی ہے یا دوری اختیار کرتی ہے یا شوہر اپنی بیوی سے دوری اختیار کرلیتا ہے یا گھر چھوڑ دیتا ہے تو ایسا کرنے والے اور ایسا کروانے والے اور ایسا کرنے میں مددگار سب کے سب شوہر و بیوی سمیت اللہ کے حکم سے بغاوت کرتے ہیں اور آیات 65:9-10 کے عذاب وسزا کے حقدار ہوجاتے ہیں۔

لہٰذا' شوہر و بیوی کے گھر کا امن سکون اُجاڑنے کا دُنیا میں قرآن کسی کو بھی حق نہیں دیتا۔چنانچہ ہر ایسے کو اپنے عمل کے مطابق قرآن کی تنبیہہ یاد رکھنی پڑے گی۔

5- شوہر بیوی پر یا بیوی شوہر پر اگر مذہب کی آڑ میں ایسی پابندیوں کا تقاضا

کرتے ہیں جو قرآن نے کہی ہی نہیں اور وہ اپنے گھرانے، محلے اور معاشرے
کو خوش کرنے کے لئے بے جا پابندیوں کا تقاضا کرتے ہیں تو وہ براہِ راست
اُس کفر اور شرک کی طرف بڑھتے ہیں جو اللہ کے احکام کو چھوڑ کر انسانوں کے
احکام پر عمل کر کے پیدا ہوتے ہیں چنانچہ شوہر اور بیوی کے لئے ضروری ہے
کہ قرآن کا کوئی دُرست ترجمہ بار بار پڑھیں اور انسانوں سے ڈرنے کی
بجائے اللہ سے ڈریں کیونکہ اللہ نے انسانوں پر چند پابندیاں لگا کر زندگی کا
حسن اور مسرتیں سمیٹنے کے لئے اُنہیں بے حساب آزادیاں عطا کی ہیں۔

6- اِسی لئے شوہر اور بیوی پر آیت 30:21 کے مطابق ہی یہ بھی فرض ہے کہ وہ
ایک دوسرے کی مجبوریوں کا احساس کریں اور اُن کا مقابلہ کرنے کے لئے
ایک دوسرے کے لئے سکون واطمینان کا باعث بنیں:

لہٰذا میاں بیوی ایک دوسرے کے مددگار بنیں اس لئے آپس میں رچاؤ، سپردگی،
اعتماد، وفا، سچ، قربانی بے غرضی کو اختیار کریں اور خون چوسنے والی جونک کی طرح اور
زبان باہر نکالے رہنے والے کتے کی طرح کی زندگی اختیار نہ کریں (آیات
96:1-2-3؛ 7:176؛ 39:15)۔

7- ایسا کوئی بھی نظریہ جس کے تحت نکاح کے لئے، شوہر یا بیوی کے اِنتخاب کے
لئے، میل جول کے لئے، یا طلاق کے لئے فال یا استخارہ کے ذریعے یا اِس
طرح کے کسی بھی ذریعہ سے معلومات حاصل کی جائیں اور اُن کے مطابق
عمل کیا جائے تو ایسا کرنے والے اللہ کے احکام سے بغاوت کر کے اپنے

آپ کو اندھی آ گاہی کے حوالے کر دیتے ہیں کیونکہ ایسے طریقوں کو اختیار کر کے انسان اپنے اختیار کو یعنی Power to Choose کو چھوڑ کر جبر کا راستہ اپنا لیتا ہے۔ اور پرکھ کر' سمجھ کر' سوچ کر' دُرست مشورہ کر کے' چھانٹ کر' سچائی اور غیر سچائی کو علیحدہ علیحدہ کر کے سچائیوں کو تسلیم کرنے یا اُن سے انکار کر دینے کا جو اِختیار اللہ نے اُسے آیت 18:29 کے تحت دیا ہے اُس سے منکر ہو جاتا ہے اور آیت 5:3 میں فال نکالنے کے عمل کو جو حرام قرار دیا ہے تو اُس حرام عمل کو اختیار کر لیتا ہے۔ اور نکاح جیسی حسین نعمت کی بنیاد ایسے عمل پر رکھ دیتا ہے جسے قرآن نے سرے سے ہی حرام قرار دے رکھا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے وہم وتواہم کے مارے ہوئے کئی لوگوں کے ہاتھوں ایسے لوگ برباد ہو کر رہ گئے جنہوں نے استخاروں' فالوں یا قرعہ اندازیوں پر بھروسہ کر لیا کیونکہ اُنہوں نے اپنے آپ کو اللہ کے احکام اور اللہ کی مدد کے حوالے کرنے کی بجائے اندھے وہموں اور اندھے حالات اور گمانوں کے سپرد کر دیا۔

-8 ...... وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ط...... (آیت 5:3)

''(اور تم پر یہ بھی حرام کر دیا گیا کہ تم) اپنی قسمت کا فیصلہ یعنی تقسیم میں اپنے حصے کو حاصل کرنے کا فیصلہ ازلام کے ذریعے کرو''۔

لفظ ازلام کا واحد ازلم ہے اور مادہ (ز ل م) ہے۔ اِس کا بنیادی مطلب ہے لکڑی کا باریک تیر جس کے پیچھے پَر نہ لگائے گئے ہوں اور اُس کو کسی نشان زدہ پر پھینکا جائے یہ جاننے کیلئے کہ فلاں کام کیا جائے یا نہ کیا جائے یا فلاں

حصہ کتنا اور کس کو تقسیم کیا جائے وغیرہ۔ بعد میں یہ لفظ فال، قرعہ اندازی اور استخارہ وغیرہ کے لئے استعمال ہونے لگ گیا۔

9- آیات 7:32 اور 16:116 یوں ہیں:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (آیت 7:32)

’’(لیکن جو اپنی اپنی سوچ اور اپنے اپنے عقیدوں کے مطابق زیبائش وآرائش ترک کرنے کا حکم دیتے ہیں تو اے رسولؐ! ان سے) پوچھو! کہ وہ کون ہیں جس نے ان زیب و زینت کی چیزوں کو حرام کر دیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے ظاہر کی ہوئی ہیں اور زندگی کی نشوونما کے سامان سے طیبات یعنی وہ چیزیں جو شخصیت کی نشوونما میں خرابیاں پیدا کرنے والی نہیں ہیں بلکہ نشوونما کرنے والی ہیں، (انہیں کس نے حرام کیا ہے؟ کیونکہ حلال چیزوں کو حرام قرار دینے کی کسی کو بھی اجازت نہیں ہے۔ لہٰذا، اے رسولؐ) کہہ دو! کہ یہ (زینت و آرائش کی ساری چیزیں) دنیا کی زندگی میں بھی اہلِ ایمان کے لئے ہیں اور قیامت کے دن تو (خوشنما چیزیں) خالصتاً انہی کے لئے ہوں گی۔ چنانچہ وہ قوم جو علم سے کام لیتی ہے ہم ان کے لئے اپنے احکام وقوانین اسی طرح تفصیل سے بیان کر دیتے ہیں‘‘۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ (آیت 16:116)

''اور (دیکھوایسا نہ کرنا) کہ تمہاری زبان پر جو جھوٹی بات آ جائے اسے بیان کرتے ہوئے یونہی کہہ دیا کرو! کہ یہ حلال ہے اور وہ حرام ہے اور اس طرح تم جھوٹی باتیں اللہ سے منسوب کرنے کے (مجرم ہو جاؤ گے)۔ حقیقت یہ ہے کو جو لوگ جھوٹی باتیں بنا کر انہیں اللہ سے منسوب کرنے والے ہیں تو وہ کبھی کامیاب و با مراد نہیں ہو گے''۔

اِن آیات کے مطابق کسی کو یہ اختیار نہیں کہ جن چیزوں کو اللہ نے حلال قرار دیا ہے اُنہیں حرام قرار دے دے اور جن کو حرام قرار دیا ہوا ہو اُنہیں حلال قرار دے دے چنانچہ مسلمانوں کے وہ گروہ جنہوں نے خود سے ہی اپنے افراد پر یہ پابندی لگا رکھی ہے کہ وہ فلاں فلاں مہینے یا فلاں فلاں دن کوئی نکاح نہ کریں یعنی نکاح کے لئے اپنی طرف سے ہی بعض مہینوں اور دنوں کو اپنے اوپر حرام قرار دے رکھا ہے تو اِس طرح کسی بھی دن، مہینے یا سال کو اپنے اوپر حرام قرار دینا بہت بڑی جسارت ہے جو آیات مذکورہ یعنی اوپر دیئے گئے اللہ کے احکام سے سرکشی و بغاوت ہے۔

-10 بہرحال، نکاح کو حسین بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ متعلقہ مرد و عورت ایک دوسرے کو نکاح سے پہلے اچھی طرح جان لیں اور اِس کے لئے دونوں کے

جائز سرپرست اُن کی باوقار حدود کے اندر مدد و راہنمائی کریں۔

اور طلاق سے محفوظ رہنے کا طریقہ یہ ہے کہ بیوی اپنے شوہر کی ہمت' اعتماد اور بھروسہ بڑھانے کا ذریعہ بنے اور شوہر اپنی بیوی کو باوقار بنانے میں اُس کا مددگار رہے اور دونوں ہر اُس بات سے دُور رہیں جس سے ایک دوسرے کا دل دُکھتا ہے!

☆......☆......☆

استفادہ کے ذرائع

قرآن بالتحقیق	عمر شبیر (کرنل، ایڈووکیٹ)
عربیک انگلش لیکسکان	ایڈورڈ ولیم لین
تاج العروس	محمد المرتضی حسینی الزبیدی
ڈکشنری آف قرآن	جے۔ پنرائس
فیروز الغات عربی اُردو	
انسائیکلوپیڈیا آف اسلام	
انسائیکلوپیڈیا آف سوشل سائنسز	
محمڈن لا	ڈی ایف مُلا ورلڈ بک ڈکشنری
عمر عائشہؓ	علامہ حافظ قاری حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی

(نوٹ: مسلمانوں کے جن مختلف ومحترم مکاتبِ فکر کی جانب سے نکاح، طلاق وحلالہ کے بارے میں جو تحریریں منظر عام پر آئیں اُن کا بھی مطالعہ کیا گیا اور اُن میں اہلِ سُنت والجماعت، اہلِ تشیع، اہلِ حدیث، اہلِ غلام احمد پرویز، اہلِ محمد بن عبدالوہاب، لبرل، سیکولر، مقلد، غیر مقلد بھی شامل ہیں)۔

☆......☆......☆